جماعت احمدیہ کے فرائض اور اس کی ذمہ داریاں

(تقریر بر موقع جلسہ سالانہ ۱۹۱۶ء)

از

سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

جماعت احمدیہ کے فرائض اور اس کی ذمہ داریاں

(تقریر بر موقع جلسہ سالانہ ۲۷/ دسمبر ۱۹۱۶ء)

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وہ مضمون جو آج میں آپ لوگوں کے سامنے بیان کرنا چاہتا ہوں احمدیہ جماعت کے فرائض اور اس کی ذمہ داریوں پر ہے۔ مگر اسکے بیان کرنے سے پیشتر ایک صاحب کا جن کی رخصت آج تک ہی ہے اور وہ آج چلے جائیں گے ان کا نکاح پڑھائے دیتا ہوں۔ (نکاح پڑھایا گیا۔ اس کے بعد حضور نے ایک غیر احمدی کے سوال کا جواب دیا۔ جنہوں نے لکھا تھا کہ میں کل سے مسئلہ نبوت کے متعلق جو تقریریں ہوئی ہیں سن رہا ہوں میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جب رسول کریم ﷺ کے متعلق خاتم النّبیّن آگیا ہے تو پھر آپ کے بعد کس طرح کوئی نبی آسکتا ہے)۔

حضور نے فرمایا کہ اگر انہوں نے مفصل جواب سننا ہو تو مغرب کے بعد اپنے کمرہ کے منتظم کو کہہ دیں وہ انہیں میر محمد اسحاق صاحب یا حافظ روشن علی صاحب کے پاس پہنچا دیں گے۔ وہ انہیں خاتم النّبیّن کے معنی سمجھا دیں گے۔ اور یہ بھی بتا دیں گے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کس طرح کوئی نبی آسکتا ہے۔ مختصر طور پر اس کا یہ جواب ہے کہ خاتم النّبیّن کے معنی ہیں نبیوں کی مہر اور مہر تصدیق کرنے کیلئے ہوتی ہے۔ یعنی جس نبی کے متعلق آنحضرت ﷺ نے اپنی طرف سے مہر لگا دی ہے وہ سچا ہے۔ پس جس کو نبی کریم ﷺ نے کہا ہے کہ نبی ہے۔ وہی سچا نبی ہے اسکے علاوہ کوئی نبی سچا نہیں ثابت ہو سکتا۔ مثلاً حضرت یحیٰؑ اور حضرت زکریاؑ کے ماننے والے دنیا میں موجود نہیں ہیں اور بائبل میں جس طریق سے ان کا ذکر ہے اس کی رو سے وہ نبی نہیں ہو سکتے۔ لیکن چونکہ قرآن کریم کہتا ہے کہ وہ نبی ہیں اس لئے ہم ان کو نبی مانتے ہیں۔ پس یہ آنحضرت ﷺ کی انکے متعلق مہر ہو گئی کہ آپ کے ذریعہ خدا تعالیٰ نے ان کو قرآن کریم میں نبی قرار دیا۔ یہی معنی ہیں خاتم النّبیّن کے۔ خدا تعالیٰ آنحضرت ﷺ کے متعلق فرماتا ہے

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (الاحزاب۔۴۱) کہ محمد تم میں سے کسی کا جسمانی باپ نہیں ہے۔ لیکن اللہ کا رسول ہے۔ اور صرف رسول ہی نہیں بلکہ خاتم النّبیّن ہے۔ یعنی اس کی تصدیق سے پہلے نبیوں کی نبوت ثابت ہوتی ہے اور اس کی تصدیق سے بعد والوں کی ہوگی۔ پہلے انبیاءؑ کے متعلق دیکھ لیجئے۔ اگر ان کا علم آنحضرتؐ کے ذریعہ نہ ہو تو ان کی نبوت کا ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔ مثلاً حضرت عیسیٰؑ، حضرت نوحؑ، حضرت زکریاؑ اور دوسرے انبیاءؑ کے متعلق جو کچھ بائبل کہتی ہے اس سے ان کا نبی ہونا تو الگ رہا ایک متقی انسان ہونا بھی ثابت نہیں ہو سکتا۔ لیکن چونکہ رسول اللہ ﷺ نے کہہ دیا ہے کہ وہ نبی ہیں اس لئے ہم ان کو نبی مانتے ہیں۔ یہی آنحضرت ﷺ کی مہر کی تصدیق ہے۔ اور آئندہ بھی جس کے متعلق آپ کی تصدیق ہوگی وہ نبی ہوگا۔

یہ مختصر سے معنی ہیں خاتم النّبیّن کے۔ اور بھی کئی معنی ہیں اور کسی معنی کے رو سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ لیکن چونکہ مجھے اس وقت تقریر کرنی ہے۔ اس لئے میں کچھ اور نہیں بیان کروں گا۔ حافظ صاحب یا میر صاحب خوب کھول کر سمجھا دیں گے۔ کوئی صاحب ان کو مغرب کے بعد ان میں سے ایک کے پاس پہنچا دیں۔

اب میں اپنے مضمون کی طرف آتا ہوں۔ میں نے آپ لوگوں کو بتا دیا ہے کہ آج میری تقریر کس مضمون پر ہوگی۔ کل بھی میری تقریر ہوگی اگر اللہ تعالیٰ نے زندگی بخشی اور صحت و توفیق دی۔ تو کل ایک ایسا مضمون بیان کروں گا جو میرے نزدیک نہایت ضروری اور اہم ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ وہ کسی کی سمجھ میں آئے گا یا نہیں اور کوئی اس کی اہمیت کو سمجھے گا یا نہیں لیکن میرے نزدیک وہ مضمون اس قسم کا ہے کہ ہماری ساری جماعت کو اس کی بہت بڑی ضرورت ہے اس وقت میں جو کچھ بیان کروں گا وہ بھی نہایت ضروری ہے لیکن کل جو بیان کروں گا گو اس کی ظاہر طور پر اہمیت معلوم نہیں ہوتی لیکن دراصل وہ نہایت ضروری اور اہم ہے اور اس کا کثیر حصہ ایسا ہے کہ اس سے پہلے کسی کتاب اور کسی تصنیف میں نہیں ملے گا۔ قرآن کریم اور حدیث کے متعلق میں نہیں کہتا ان میں تو سب کچھ ہے اور میں بھی انہیں سے اخذ کر کے بیان کروں گا۔ میرا مطلب یہ ہے کہ دوسرے مصنّفین نے ان سے اخذ کر کے اس وقت تک کہیں بیان نہیں کیا۔ ورنہ جو دینی مضامین ہیں وہ قرآن کریم اور احادیث سے ہی لے کر بیان کئے جاتے ہیں۔ میں تو نبوت کا دعویٰ نہیں کرتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ لیکن آپ نے بھی اپنی طرف سے کوئی بات نہیں بتائی۔ بلکہ قرآن اور حدیث سے ہی اخذ کر کے سب کچھ بتایا ہے۔ میں بھی وہ باتیں قرآن کریم اور احادیث سے ہی اخذ کر کے بتاؤں گا۔ اور وہ ایسی باتیں ہیں جو خدا تعالیٰ نے مجھے بتائی ہیں اور جو تعلق باللہ اور ایمان مضبوط اور تازہ کرنے کے لئے نہایت ضروری ہیں۔ لیکن ان میں سے بہت سی ایسی ہیں جو پہلے کسی نے نہیں بیان کیں۔ بلکہ مجھے خدا تعالیٰ نے سمجھائی ہیں۔ میں نے اہل علم لوگوں کی کتابوں کو دیکھا ہے مجھے تو وہ باتیں کہیں نظر نہیں آئیں ممکن ہے کسی نے بیان کی ہوں لیکن میری نظر سے نہیں گذریں۔ آج ہی ان کے متعلق کیوں ذکر کر رہا ہوں اس لئے کہ میں نے ابتدائے خلافت سے یہ طریق رکھا ہوا ہے کہ جو باتیں میرے نزدیک خاص طور پر ضروری ہوں۔ ان کو میں جلسہ کے آخری دن میں بیان کیا کرتا ہوں اور اسکی وجہ یہ ہے کہ کئی لوگ آخری دن تک یہاں نہیں ٹھہرتے بلکہ پہلے ہی چلے جاتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ جو مخلص ہوں گے وہ آخری دن تک ٹھہریں گے اور میری باتوں کو بھی سنیں گے۔ اس لئے میں عمداً ایسی باتوں کو آخری دن بیان کرتا ہوں تاکہ جو محبت اور شوق سے نہیں ٹھہرتے اور چلے جاتے ہیں ان کو میں بھی نہ سناؤں۔ پس اس دفعہ بھی وہ باتیں میں آخری دن بیان کروں گا اور جو کوئی اس دن ٹھہرے گا فائدہ اٹھائے گا۔

اب میں اپنے مضمون کی طرف آتا ہوں۔ یہ مضمون بھی بڑا ضروری اور اہم ہے کیونکہ اس میں جماعت احمدیہ کے فرائض اور اس کی ذمہ داریاں بیان کی جائیں گی۔

عجیب اتفاق ہے کہ آج میر حامد شاہ صاحب نے جو نظم پڑھی ہے اسی کے متعلق میرا مضمون ہے۔ یہ خدا تعالیٰ ہی کا تصرف ہوتا ہے۔ مجھ سے بھی کئی دفعہ ایسا ہوا ہے۔ ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے مجھے خطبہ جمعہ پڑھنے کے لئے فرمایا۔ وہ جمعرات کا دن تھا۔ اسی دن شام کے وقت میرے دل میں ایک تحریک ہوئی اور وہ یہ کہ میں یہاں کی جماعت کے سامنے اس آیت پر خطبہ پڑھوں کہ وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ مَھْجُوْرًا (الفرقان ۳۱) اور یہ خیال ایسا غالب ہوا کہ میں نماز پڑھ رہا تھا نماز میں ہی میری توجہ اس طرف پھر گئی۔ اور اس آیت کے متعلق مجھے بہت وسیع مطالب القاء کے طور پر سمجھائے گئے۔ میں بڑا حیران ہوا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ دوسرے دن میں نے خطبہ کے لئے تیاری کی۔ عام طور پر میری یہ عادت نہ تھی اور نہ اب ہے کہ خطبہ کے لئے تیاری کر کے جاؤں۔ بعض دفعہ تو ایسا

بھی ہوتا ہے کہ خطبہ کے ابتداء میں جن کلمات کا پڑھنا مسنون ہے ان کے پڑھتے ہوئے بھی مجھے علم نہیں ہوتا کہ آج میں کیا بیان کروں گا اور کوئی بات ذہن میں نہیں ہوتی۔ لیکن اس وقت اللہ خود بخود ہی زبان پر کلمات جاری کر دیتا ہے اور میں خطبہ پڑھ لیتا ہوں۔ مگر اس دن چونکہ مجھے خاص طور پر تحریک ہوئی تھی اس لئے میں نے ارادہ کیا کہ خطبہ کی تیاری کر کے جاؤں۔ جب میں مسجد میں جانے کے لئے چھوٹی مسجد کی ان سیڑھیوں پر سے اترا جو ہمارے گھر کے ساتھ پیوستہ ہیں۔ تو دیکھا کہ حضرت مولوی صاحب مسجد کو جا رہے ہیں۔ آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا کہ آج آپ کہاں تھے۔ پچھلے دو گھنٹہ کے اندر میں آپ کے بلانے کے لئے کئی آدمی بھیج چکا ہوں۔ میں نے کہا حضور میں تو اندر ہی تھا۔ کہنے لگے مجھے صبح سے تحریک ہو رہی ہے اور میں چاہتا تھا کہ آپ کو بلا کر بتلاؤں کہ اس بات پر خطبہ پڑھنا۔ اس کے بعد آپ مجھے خطبہ کا مضمون بتانے لگے اور بتاتے بتاتے مسجد اقصیٰ کے ساتھ جو ہندوؤں کا مکان ہے اس کے پاس آکر کہنے لگے کہ پھر اس کے متعلق کوئی آیت سوچ لو پھر خود ہی کہہ دیا کہ یہی آیت پڑھ لینا کہ وَ قَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ مَھْجُوْرًا[۴] میں حضرت مولوی صاحب کا بہت ادب کرتا تھا مگر اس وقت بے اختیار میری ہنسی نکل گئی اور میں نے کہا یہی آیت میں نے بھی آج سوچی ہوئی تھی۔ اسی طرح کا توارد اب بھی ہُوا ہے۔ کل میر حامد شاہ صاحب جب آئے تو انہوں نے مجھے کہا کہ میں جلسہ میں ایک نظم سنانا چاہتا ہوں۔ آپ پہلے سن لیں کوئی اس پر اعتراض نہ کرے۔ میں نے کہا سنائیے جب وہ سنا چکے تو میں نے کہا کہ میں بھی دعا کرنے کے بعد سوچ رہا تھا کہ کس مضمون پر تقریر کروں تو فوراً ہی مضمون میرے ذہن میں آیا جو آپ نے اس نظم میں باندھا ہے۔

میں نے ظہر سے پہلے کچھ آیات آپ لوگوں کے سامنے پڑھی تھیں۔ ان میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کو ہوشیار کیا ہے۔ فرماتا ہے۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اے انسان تو اس اللہ کا نام لے کر شروع کر جو رحمٰن اور رحیم ہے۔ یعنی تیرا وہ خدا ہے جس نے کچھ سامان انسان کی محنت اور مشقت کے بغیر پیدا کر دیئے ہوئے ہیں۔ دیکھو ایک زمیندار زمین میں بیج ڈالتا ہے بڑی محنت اور مشقت کرتا ہے اور پھر چھ ماہ یا کچھ کم و بیش عرصہ کے بعد جا کر غلہ کاٹتا ہے مگر زمین اور زمین میں جو اگانے کی طاقت ہے اس میں اس کا کچھ دخل اور تصرف نہیں ہے۔ زمین کو جوتنا۔ اس میں بیج ڈالنا اور کوئیں یا نہر سے پانی کھینچ کر دینا تو اس کا کام ہے مگر زمین میں جو پیدا کرنے کی

طاقت ہے اس پر اس کا کچھ اختیار نہیں ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت رحمانیت کے ماتحت اس میں رکھی ہوئی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ میں دو صفتیں ہیں۔ ایک یہ کہ انسان پر بغیر اس کی کسی محنت کے بعض فضل کرتا ہے۔ اور دوسری یہ کہ جب انسان بغیر محنت کے دی ہوئی چیزوں کو کام میں لاتا ہے۔ تو اس کے نتیجہ میں اس پر اور انعام کرتا ہے۔ یہ احسان اس کی صفت رحیمیت کے ماتحت ہوتے ہیں۔

چونکہ خدا تعالیٰ کی یہ دو صفتیں ہیں۔ یعنی ایک یہ کہ بغیر انسان کی محنت کے اسے کچھ دیتا ہے۔ اور دوسرے یہ کہ جب انسان اس پر عمل کر کے کمال کو پہنچ جاتا ہے تو اسے انعام دیتا ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے قرآن کریم کی ہر ایک سورۃ کے ابتداء میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم رکھ دیا ہے تاکہ انسان اس طرف متوجہ ہو۔ یہ جو اگلی سورۃ میں پڑھنے لگا ہوں اس کے حاصل کرنے کے لئے میں نے کوئی محنت نہیں کی بلکہ یہ محض خدا تعالیٰ کے فضل و کرم اور احسان و مروّت سے اس کی صفت رحمانیت کے ساتھ ملی ہوئی ہے اور اگر میں اس پر عمل کروں گا۔ تو خدا تعالیٰ کی دوسری صفت جو رحیمیت ہے اس کے ماتحت مجھ پر بڑے بڑے انعام ہوں گے۔ اور پھر اس سے یہ بتایا ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے رحمٰن ہو کر اس قدر احسان اور فضل کیا ہے تو جب میں اس کی صفت رحیمیت کے ماتحت آجاؤں گا تو وہ رحیم ہو کر کس قدر کرے گا۔ کیونکہ جو بغیر محنت کرنے کے اس قدر دیتا ہے وہ محنت کرنے پر کیوں بے انتہاء نہ دے گا۔

دراصل خدا تعالیٰ کی صفات رحمانیت اور رحیمیت ایک چرخی کی طرح ہیں۔ پہلے خدا تعالیٰ کی صفت رحمانیت کا ظہور ہوتا ہے اور جب کوئی شخص اس صفت سے فائدہ اٹھاتا ہے تو پھر صفت رحیمیت اس کو خدا تعالیٰ سے جاکر ملا دیتی ہے پھر خدا تعالیٰ کی صفت رحمانیت جلوہ گر ہوتی ہے۔ پھر یہ اس سے اپنے آپ کو وابستہ کرتا ہے۔ اور پھر اٹھایا جاکر خدا تعالیٰ کے اور بھی قریب کیا جاتا ہے۔ گویا رحمانیت اور رحیمیت کوئیں کے چکر کی طرح چلتی رہتی ہیں کہ پہلے ایک ظاہر ہوتی ہے پھر دوسری پھر پہلی اور اس کے بعد پھر دوسری جس طرح کوئیں کی ٹنڈیں اوپر سے خالی آتی ہیں پھر بھر کر اوپر چلی جاتی ہیں۔ پھر خالی ہو کر آتی ہیں۔ پھر بھر کر چلی جاتی ہیں۔ اسی طرح صفت رحیمیت کا ظہور ہوتا ہے۔ پھر اس کے ساتھ انسانی اعمال وابستہ ہو جاتے ہیں اور بلند ہو کر خدا تعالیٰ کے حضور میں پیش ہو کر خلعت قبولیت پاتے ہیں۔ ہر سورۃ کے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم رکھ کر اللہ تعالیٰ نے اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ ایک فضل میرا

رحیمیت کے ماتحت آتا ہے۔ اسی کو مضبوط پکڑ لو گے اور کام میں لاؤ گے تو یہ تم کو اٹھا کر میرے قریب کر دے گا۔ اور تم صفت رحیمیت کا مزا چکھو گے۔ اسی امر کی طرف اشارہ ہے کہ آیت وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف اپنی رحیمیت کا رسّا پھینکا ہے اس کو خوب اچھی طرح مضبوط پکڑ لو تا اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو اور اس کی صفت رحیمیت کے انعامات سے حصہ پاؤ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کے بعد اللہ تعالیٰ اس سورۃ میں فرماتا ہے۔ الٓمّٓ۔ میں اللہ بہت جاننے والا ہوں۔ یعنی یہ نہیں کہ تم مجھے دھوکا دے لو گے مجھے ہرگز تم دھوکا نہیں دے سکتے کیونکہ دھوکا ناواقف اور جاہل کھایا کرتے ہیں۔ مثلاً میں یہاں لیکچر دے رہا ہوں میری نسبت کوئی شخص کسی دوسرے شہر میں جاکر کہے کہ میں قادیان کے سالانہ جلسہ پر گیا تھا وہاں میں نے دیکھا کہ وہ قرآن کے خلاف باتیں بیان کر رہا تھا اور آنحضرت ﷺ کی ہتک کرتا تھا۔ اس کے اس قول کو ایک ایسا شخص تو شاید مان لے جو اس جلسہ میں موجود نہ تھا کیونکہ اس کو کیا معلوم کہ میں نے جو کچھ بیان کیا قرآن کریم کے مطابق بیان کیا اور رسول کریم ﷺ کی عظمت ظاہر کرتا تھا۔ مگر تم میں سے اگر کسی کے سامنے وہ یہ بات کہے تو تم کبھی نہیں مانو گے اور اسے فوراً کہہ دو گے کہ تو جھوٹ بک رہا ہے۔ کیونکہ تمہیں اس کا علم ہے۔

تو جب خدا تعالیٰ نے یہ سنا دیا کہ اے لوگو میں نے تمہیں کچھ سامان اپنی صفت رحمانیت کے ماتحت دیئے ہیں اگر تم ان پر عمل کرو گے تو میری صفت رحیمیت کے ماتحت آجاؤ گے۔ تو ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ اگر تم چاہو کہ مجھے دھوکا دے کر انعام حاصل کر لو اور رحمانیت کے ماتحت دیئے ہوئے سامان پر عمل کئے بغیر صرف منہ سے یہ کہہ کر کہ ہم نے ان پر عمل کر لیا ہے ان انعامات کے وارث بننا چاہو جو رحیمیت کے ماتحت حاصل ہوتے ہیں۔ تو یہ کبھی نہیں ہو سکے گا کیونکہ میں بہت بڑا جاننے والا ہوں۔ جب معمولی طور پر جاننے والا دھوکہ نہیں کھا سکتا تو میں جو بہت بڑا جاننے والا ہوں میں کس طرح دھوکا کھا سکتا ہوں۔ پس کسی کا یہ خیال درست نہیں کہ صرف منہ سے کہہ کر انعامات حاصل کر لے گا۔

دیکھو! گورنمنٹ ایک قسم کے کاغذ بنا کر شائع کرتی ہے۔ اور ان کی مختلف قیمتیں رکھتی ہے۔ کوئی دس روپیہ کا کوئی بیس کا کوئی سو کا۔ اس کاغذ کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ جس وقت بھی کوئی چاہے اس کو دے کر روپیہ لے سکتا ہے۔ اب اگر کوئی شخص اس طرح کرے کہ اپنی

طرف سے ایک کاغذ بنا کر پیش کردے اور امید رکھے کہ گورنمنٹ کو دے کر اس سے روپیہ وصول کرلوں گا۔ تو یہ خواہش پوری نہیں ہو سکے گی۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے انعام آیا ہے اگر تم اس کو قبول کر کے اس پر عمل کرو گے تو اور زیادہ انعام پاؤ گے۔ اگر یونہی انعام حاصل کرنا چاہو تو یاد رکھو کہ اللہ بڑا جاننے والا ہے وہ کبھی دھوکا نہیں کھا سکتا اور نہ ہی تمہارے فریب میں آسکتا ہے۔ چنانچہ آگے اس مضمون کی تشریح فرما دی کہ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَ هُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ۔ (العنکبوت : ۳) کیا لوگوں نے یہ سمجھ چھوڑا ہے کہ وہ آزمائش میں نہ ڈالے جائیں گے صرف یہ کہہ دینے پر کہ ہم ایمان لے آئے۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ جب معمولی جاننے والوں اور ادنیٰ بصارت رکھنے والوں کو کوئی دھوکا نہیں دے سکتا حالانکہ آنکھ کبھی دھوکا بھی کھا جاتی ہے تو پھر اس خدا کو جو ہر ایک پوشیدہ سے پوشیدہ باتوں کو جانتا اور نہاں در نہاں چیزوں کا علم رکھتا ہے کس طرح دھوکا دیا جا سکتا ہے۔ پس جب تک تم کو جو انعام ملا ہے اس کو چمٹ کر مضبوطی سے نہ پکڑ لو گے اس وقت تک خدا تعالیٰ تک نہ پہنچ سکو گے اور انعامات کے وارث نہ بن سکو گے جو صرف زبان سے ایمان لانے کا اقرار کرنے سے نہیں بلکہ عمل کر کے دکھانے سے حاصل ہوتے ہیں۔

پھر فرمایا۔ وَ لَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (العنکبوت : ۴) اول تو یہی سمجھ لو کہ میں بہت بڑا جاننے والا ہوں اس لئے تم مجھے کبھی دھوکا نہیں دے سکتے۔ لیکن شاید کوئی کہے کہ خدا چونکہ چشم پوش ہے اس لئے ہم سے چشم پوشی کر دے گا۔ فرمایا یہ نہیں ہوگا۔ وَ لَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ان لوگوں سے جو آج ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں وہی معاملہ ہوگا جو ان سے پہلے زمانہ کے لوگوں سے ہُوا۔ ہم چشم پوش ہیں اور ضرور ہیں لیکن اس معاملہ میں چشم پوشی نہیں کی جا سکتی۔ ان سے پہلے جو لوگ گذرے ہیں ان کو یہ دیکھ لیں۔ کیا صرف انکے زبانی کہہ دینے سے خدا تعالیٰ نے ان کی بات مان لی تھی۔ ہرگز نہیں بلکہ ان کو ہم نے آزمائش میں ڈالا تھا۔ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ لَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ (العنکبوت : ۴) اللہ تعالیٰ ضرور ان لوگوں کو جان لے گا جو اپنے دعویٰ میں سچے ہیں اور ان لوگوں کو بھی جان لے گا جو جھوٹے ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میں ایمان کا دعویٰ کرنے والوں کی ضرور ضرور آزمائش کروں گا۔ اور یہ میری بات بلاشک و بلاریب اٹل ہے۔ میں اس کو ضرور عمل میں لاؤں گا۔ یعنی یہ کہ اللہ

تعالیٰ کے علم میں جو یہ بات ازل سے چلی آتی ہے کہ فلاں شخص اپنے دعویٰ ایمان میں جھوٹا ہوگا اور فلاں شخص سچا اس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کر دے گا۔ اور جو علم اس کو آئندہ کی نسبت تھا اب واقعہ کے ہو جانے پر ماضی کا علم ہو جائے گا۔ اور وہ یہ کہ خدا تعالیٰ کے جھوٹے اور سچے کے جاننے کا کیا مطلب ہؤا۔ کیا وہ پہلے ان کو نہیں جانتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ تو پہلے ہی ہر ایک بات کو جانتا ہے۔ چنانچہ اس نے پہلے ہی بتا دیا ہے۔ کہ الٓمٓ۔ میں بڑا جاننے والا ہوں۔ لیکن پہلے خدا تعالیٰ یہ جانتا ہے کہ ایسا ہوگا۔ اور جب اسی طرح ہو جاتا ہے تو وہ یہ جان لیتا ہے کہ اس طرح ہو گیا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ ہم کہیں کہ کل زید لاہور جائے گا۔ یہ بھی اس کے جانے کے متعلق علم ہے لیکن جب وہ چلا بھی جائے تو اس علم کی تصدیق بھی ہو جائے گی۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھے یہ تو معلوم ہے کہ فلاں شخص منہ سے تو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ اترا ہے میں اس پر ایمان لاتا ہوں۔ اور اس کے دل میں یہ بات نہیں۔ یا یہ امر واقعہ کے خلاف ہے۔ لیکن اس پر ایسے واقعات اور حالات گذریں گے کہ جس سے یہ امر جو پوشیدہ تھا ظاہر بھی ہو جائے گا اور اس کا عمل اللہ تعالیٰ کے علم کی تصدیق کر دے گا۔

آج ہی میں نے آپ لوگوں کو بتایا تھا کہ قرآن کریم کوئی جادو اور ٹونے کی کتاب نہیں ہے بلکہ عمل کرنے کے لئے ہے اور عمل کر کے انعامات حاصل کرنے کے لئے ہے۔ پس کیا ہو سکتا ہے کہ کسی کے صرف یہ کہہ دینے سے کہ میں اس پر ایمان لاتا ہوں وہ انعامات کا مستحق ہو جائے۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ وہ ایمان کا دعویٰ کرنے والوں کی آزمائش کیا کرتا ہے۔ اور اس طرح سچے اور جھوٹے کو ظاہر کر دیتا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کی یہ سنت خاص طور پر اس وقت پوری ہوتی ہے جبکہ کوئی نبی مبعوث ہوتا ہے۔ کیونکہ اس نبی پر جو لوگ ایمان لاتے ہیں۔ ان سے وہ یہ اقرار لیتا ہے کہ ہم اپنے آپ کو تیرے ہاتھ پر کامل طور سے بیچ دیتے ہیں۔ یہ پہلا امتحان اور پہلی آزمائش ہوتی ہے جو سچے اور جھوٹے میں امتیاز کر دیتی ہے۔ اس کے بعد اس نبی کے خلفاء کے ہاتھ پر جو لوگ ان کی بیعت میں داخل ہوتے ہیں ان کو بھی یہی کہا جاتا ہے کہ تم اپنے آپ کو بیچ دو اور غلام بن جاؤ۔

اس اقرار کے بعد جب وہ لوگ عملی طور پر بھی پکے اتریں تب جا کر پکے مؤمن کہلا سکتے ہیں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ سورۃ توبہ میں فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَ اَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ ؕ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَ یُقْتَلُوْنَ ۫ وَعْدًا عَلَیْہِ

حَقًّا فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ وَ الْقُرْاٰنِ ؕ وَ مَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِكُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ (التوبہ : ۱۱۱)

فرمایا ہم نے نبیوں کے ذریعہ جو تعلیم بھیجی ہے اور اس تعلیم پر عمل کرنے پر جو انعام مقرر کئے ہیں وہ کن لوگوں کے لئے ہیں۔ کیا ان کے لئے جو صرف منہ سے کہہ دیں گے کہ ہم ایمان لے آئے اور عمل کر کے نہیں دکھائیں گے۔ نہیں بلکہ ان کے لئے جو ہمارے ہاتھ اپنی جان اور مال بیچ دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے ہمارا یہ عہد نامہ ہو چکا ہے کہ ہم تمہیں ہر ایک اس تکلیف اور مصیبت سے جو ہلاک اور ذلیل کر دینے والی ہوگی بچائیں گے۔ ہاں تکلیفیں اور مصیبتیں آئیں گی ضرور تاکہ تمہاری آزمائش ہو۔ لیکن ان میں بالآخر ہم تم کو اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی کامیاب کریں گے۔ مگر اس کے لئے ایک شرط ہے اور وہ یہ کہ تم اپنی جانوں اور مالوں کو ہمارے سپرد کر دو۔ یہ بندہ اور خدا میں سودا ہوتا ہے۔ فرمایا ہم یہ وعدہ کن لوگوں سے پورا کریں گے۔ ان سے جو ہم سے خرید و فروخت کرتے ہیں۔ ہم یہ وعدہ کرتے ہیں کہ ان کو دنیا میں ہر ایک ذلت اور ہلاکت سے بچائیں گے۔ اور آخرت میں اعلیٰ مدارج پر پہنچائیں گے۔ اور بندہ کہتا ہے کہ میں اپنی جان اور مال خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے دریغ نہیں کروں گا یہ بندہ اور خدا میں بیع ہوئی اور کیا ہی عجیب و غریب بیع ہے۔ دنیا میں تو یہ بیع ہوتی ہے کہ ایک چیز دے کر دوسری لے لی جاتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ چونکہ لَیْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ ہے۔ اس لئے اس کی بیع بھی بے مثل ہے کیونکہ دنیا میں تو یہ ہوتا ہے کہ ایک جوتی دیتا ہے اور روپیہ لیتا ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ کو دیکھئے خود بندہ کو جان اور مال دیتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ یہ ہمارے ہاتھ بیچ دو۔ ایک شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے۔ تھا وہ شرابی مگر بات نہایت لطیف کہہ گیا ہے۔ کہتا ہے۔

جاں دی دی ہوئی اسی کی تھی حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہُوا

ہم نہیں جانتے کہ اس نے کس کو مخاطب کر کے یہ کہا ہے۔ لیکن ہم حسن ظنی سے کام لے کر خیال کرتے ہیں کہ اس نے خدا تعالیٰ کی نسبت کہا ہے۔ کہتا ہے۔ اگر ہم نے اس کو جان بھی دے دی تو بھی اس کے احسان کا بدلہ نہیں ادا کریں گے کیونکہ جان بھی تو اسی کی دی ہوئی ہے۔ واقعہ میں یہ بالکل درست اور صحیح بات ہے کہ اگر انسان خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان بھی دے دے۔ تو بھی اس کے احسانات کا کچھ بھی بدلہ نہیں ادا کر سکتا۔ کیونکہ جان خود خدا تعالیٰ کی عطا

کردہ ہے۔ خدا تعالیٰ کی بیع کو دیکھو۔ انسان کو اپنی شفقت اور ذرہ نوازی سے پیدا کرتا ہے اور اپنے احسانات اور انعامات کے اس پر دروازے کھول دیتا ہے پھر کہتا ہے۔ آؤ ہم تم بیع کریں۔ اس وقت سب سے پہلی بات یہ سامنے آتی ہے کہ کیا بندہ کی بھی کوئی چیز ہے کہ جسے وہ خدا تعالیٰ کو دے گا اور اس کے معاوضہ میں کچھ لے گا۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ایسی کوئی شئے نہیں۔ جو کچھ اس کے پاس ہے وہ خدا تعالیٰ کا ہی دیا ہؤا ہے۔ لیکن باوجود اس کے خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ آؤ مجھ سے بیع کرلو اور جو کچھ میں نے تم کو دیا ہے وہ مجھے دے دو اور اس کے بدلہ میں بہت اعلیٰ درجہ کے انعامات تم کو دوں گا۔ دیکھئے انسانی جان ہوتی ہی کیا چیز ہے اور اس کی ہستی ہی کیا ایک بوند ہوتی ہے جس سے انسان پیدا ہوتا ہے۔ پھر دنیاوی مال و دولت کیا وقعت رکھتی ہے۔ دس بیس لاکھ یا کروڑ دو کروڑ روپیہ ہے۔ اسے دے کر خدا تعالیٰ سے جو کچھ ملتا ہے۔ وہ جنت ہے۔ اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ میں اپنے آپ کو تمہیں دے دوں گا۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ مؤمن کے روزے کی جزاء میں ہوں[۵]۔ تو خدا تعالیٰ خود انسان کو سب کچھ دیتا ہے۔ اور پھر کہتا ہے کہ آؤ سودا کرلیں۔ اور سودا اس طرح کرتا ہے کہ نہایت ادنیٰ چیزیں لے کر ان کے بدلہ میں ابدی اور بیش بہا چیزیں دیتا ہے۔ اور یہاں تک فرماتا ہے کہ میں جو آقا ہوں میں بھی پھر تیرا ہو جاؤں گا۔

خدا کوئی چیز خرید کر لے نہیں لیتا

پھر اس بیع میں ایک اور بہت بڑی خوبی ہے۔ اور وہ یہ کہ جو چیز خدا تعالیٰ بندہ سے بیع میں لیتا ہے۔ وہ لے نہیں لیتا۔ کیا کبھی ایسا ہُوا ہے کہ کسی انسان نے اپنی جان کو خدا تعالیٰ کے ہاتھ بیع کر دیا ہو۔ اور خدا تعالیٰ نے اسے آسمان پر اٹھا لیا ہو۔ یا یہ کہ کسی نے خدا تعالیٰ کے ساتھ اپنے مال کی بیع کی ہو اور خدا نے اس کی تمام دولت اور جائیداد وغیرہ کو اس سے اس طرح لے لیا ہو۔ جس طرح ہم جب کوئی چیز خریدتے ہیں تو اسے اپنے گھر لے جاتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ جان و مال خود دے کر پھر خریدتا ہے۔ اور اس کے بدلہ میں ابدی انعامات دیتا ہے۔ اور پھر بھی یہ کہتا ہے کہ ان بیچی ہوئی چیزوں کو اپنے پاس ہی رکھو اور اپنے فائدہ اور نفع کے لئے خرچ کرو۔ لیکن اتنا یاد رکھو کہ جب ہماری طرف سے یہ آواز آئے کہ ہمارے راستہ میں خرچ کرو تو اس وقت ان میں سے کچھ دے دیا کرو۔ پھر یہی نہیں بلکہ یہ بھی کہتا ہے کہ جب تم ہماری تمام و کمال خریدی ہوئی چیزوں میں سے کچھ ہمارے لئے خرچ کرو گے تو اس پر میں تمہیں اور انعام دوں گا۔

۵۔ بخاری کتاب الصوم باب فضل الصوم

پس جب کوئی بندہ خدا تعالیٰ کے کسی نبی یا اس کے خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے تو گویا وہ اقرار کرتا ہے کہ میری جان اور میرا مال میرے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے ہو گئے۔ مگر خدا تعالیٰ اس سے یہ چیزیں لے نہیں لیتا بلکہ اسی کے پاس رہنے دیتا ہے۔ اور جب وہ ان میں سے کچھ حصہ خدا کی راہ میں لگاتا ہے تو خدا تعالیٰ اس پر اور انعام کرتا ہے۔ یہ ہے وہ بیع جو خدا تعالیٰ مؤمنین سے کرتا ہے۔ کیا کوئی اور بیع اس کے مقابلہ میں پیش کی جا سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ یہ بے مثل ہے۔ لیکن کتنے افسوس کی بات ہے کہ جب خدا تعالیٰ کی طرف سے آواز آتی ہے اور اس بات کے امتحان کا وقت آتا ہے کہ کون اس کے راستہ میں خرچ کرتا ہے اور کون نہیں کرتا۔ تو اکثر لوگ اس میں پاس ہونے کی کوشش نہیں کرتے اور یہ نہیں سمجھتے کہ ہماری جان اور ہمارا مال ہمارے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے ہاتھ ہم بیچ چکے ہیں اور ہمارے پاس اس نے بطور امانت کے یہ چیزیں رکھی ہوئی ہیں۔ اور بہت ہیں جو کہہ دیتے ہیں کہ کیا ہماری اپنی ضرورتیں اور حاجتیں تھوڑی ہیں کہ خدا کی راہ میں ان کو خرچ کریں۔ لیکن اس سے زیادہ بے شرمی اور بے حیائی کی اور کیا بات ہو سکتی ہے۔ مثال کے طور پر دیکھو کہ تم زید کو ایک چیز خرید کر دو۔ اور کہو کہ اس کو تم اپنے پاس رکھو اور استعمال بھی کرو۔ اگر کبھی ہمیں اس کی ضرورت ہوئی تو تم سے لے لیں گے۔ مثلاً تم زید کو ایک مکان خرید کر دو کہ تم اس میں رہو۔ جب کبھی ہمیں اس کی ضرورت ہوئی اس وقت خالی کر دینا پھر کسی وقت تم اسے جاکر کہو کہ ہم تم سے سارا مکان تو خالی نہیں کرواتے البتہ ایک کمرہ کی ضرورت ہے وہ خالی کر دو۔ لیکن وہ آگے سے یہ کہے کہ یہ مکان تو پہلے ہی میری ضروریات کی نسبت کم ہے پھر میں آپ کو ایک کمرہ کس طرح خالی کر دوں۔ کیا اس کے اس جواب کو تم پسند کرو گے۔ یا کوئی اور عقلمند انسان پسند کرے گا۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ تم بھی اور دوسرے بھی اس پر لعنت بھیجیں گے۔ اور اس سے نفرت کا اظہار کریں گے۔ لیکن اکثر لوگ ایسا ہی معاملہ خدا تعالیٰ سے کرتے ہیں لیکن نہ ان کا نفس ان کو ملامت کرتا ہے نہ دوسرے لوگ ان کو ملامت کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ امر نہایت ہی قابل نفرت اور مستحق ملامت ہے۔

پھر اس سے بھی بڑھ کر قابل ملامت اور لائق نفرین یہ بات ہے کہ اگر مالک مکان مکان میں رہنے والے کو یہ بھی کہے کہ تم ایک کمرہ خالی کر دو اس کا میں تمہیں کرایہ بھی دے دوں گا۔ لیکن پھر بھی وہ نہ مانے۔ اور اللہ تعالیٰ اسی طرح فرماتا ہے کیونکہ وہ فرماتا ہے۔ جب میں اپنی رکھائی ہوئی امانت میں سے کچھ لوں گا۔ تو اس کے بدلہ میں اور بھی بہت کچھ دوں گا۔ مگر پھر بھی

بہت لوگ ایسے ہیں جو خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے دریغ کرتے ہیں۔

آپ لوگ اپنے دلوں کو ٹٹولیں اور غور کریں کہ کیا آپ کے دل کے کسی گوشہ سے بھی یہ آواز آتی ہے کہ تمہیں ایسے وقت میں جبکہ خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی ضرورت ہو۔ یہی جواب دینا چاہئے کیا آپ کے پوشیدہ سے پوشیدہ خیالات میں سے کوئی بھی خیال اس بات کی تائید کرتا ہے کہ کسی سے ایک چیز خریدی جائے۔ اور وہ اسے ہی بطور امانت رکھنے کے لئے دے دی جائے۔ لیکن کسی وقت اس کا حصہ مانگا جائے اور اس کی بھی اسے قیمت پیش کی جائے۔ مگر وہ دینے سے انکار کردے۔ اگر نہیں تو پھر بھی بات اس بیع کے متعلق کیوں پیش نظر نہیں رکھتے۔ جو آپ میں اور اللہ تعالیٰ میں ہو چکی ہے۔ اس کے لئے یا تو یہ کہو کہ ہم نے بیع ہی نہیں کی۔ یا یہ کہو بیع تو کی تھی لیکن اس پر قائم نہیں۔ اور ان فانی چیزوں کو دے کر ابدی انعام کو نہیں لینا چاہتے لیکن جو شخص یہ اقرار کرتا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے بیع کی ہوئی ہے۔ اور میں اس پر قائم بھی ہوں۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ کی طرف سے مال اور جان دینے کے لئے آواز آتی ہے۔ تو عذر کرتا ہے اس کا تو اولین اور سب سے بڑا فرض یہ ہے کہ اس آواز کو قبول کرے اور بڑی خوشی سے اپنی جان اور مال کو خدا کی راہ میں لگادے۔

خدا کی راہ میں جان و مال لگانے کے طریق

یہاں سوال ہوتا ہے کہ اگر کوئی جان اور مال کو خدا کی راہ میں لگانا چاہے تو کس طرح لگا سکتا ہے۔ اس کے جواب میں میں تین طریق بتاتا ہوں جو قرآن کریم سے معلوم ہوتے ہیں۔ (۱) انسان اپنے عقائد کو درست کرے۔ یعنی خدا تعالیٰ کی منشاء کے ماتحت رکھے۔ (۲) اپنے اعمال کا ایک حصہ تو جس طرح چاہے عمل میں لائے مگر وہ باتیں جن کے کرنے کے متعلق خدا تعالیٰ نے ہدایات بتائی ہیں۔ ان کے مطابق کرے۔ اور جن کے کرنے سے روکا ہے ان سے رک جائے۔ (۳) جو بیع اس نے خدا تعالیٰ کے ساتھ کی ہے۔ اسی کے کرنے کے لئے دوسروں کو کہے۔ اور بتائے کہ اگر تم ایسا کرو گے تو خدا تعالیٰ کے بڑے بڑے انعامات کے وارث بن جاؤ گے۔

تائید الٰہی کے حصول کا طریق

یہ تین طریق خدا تعالیٰ کی راہ میں جان اور مال خرچ کرنے کے ہیں۔ مذہب اسلام جو خدا تعالیٰ کا سچا اور پاک مذہب ہے۔ اس میں داخل ہونے کا یہی فائدہ ہے کہ خدا تعالیٰ ایسے انسان کی تائید کرتا ہے۔ جہنم سے بچاتا ہے اور انعام دیتا ہے۔ لیکن یہ غرض تب پوری ہو سکتی ہے۔ جبکہ انسان بیع میں پورا

اترے۔ کیونکہ ایک تاجر اس وقت کسی چیز کی قیمت حاصل کر سکتا ہے۔ جبکہ خریدار کو وہ چیز دے بھی۔ لیکن اگر یہ کہے میں چیز تو نہیں دوں گا مجھے یونہی قیمت دے دو تو یہ اس کی جہالت اور نادانی ہوگی۔ اسی طرح اگر ایک بندہ یہ امید رکھتا ہے کہ خدا تعالیٰ ہر ایک مشکل اور مصیبت میں میری تائید کرے۔ اور اپنے انعامات کا وارث بنائے۔ تو اسے چاہئے کہ وہ چیز بھی خدا تعالیٰ کو دے جس کے عوض میں اسے یہ کچھ حاصل ہو سکتا ہے ورنہ وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ کیا اگر کوئی سوداگر اس طرح کرے کہ خریداروں سے اپنے مال کا سودا تو کرلے لیکن انہیں مال نہ دے بلکہ اپنے ہی گھر رکھ لے تو وہ قیمت حاصل کر سکتا ہے۔ ہرگز نہیں اسی طرح اگر کوئی انسان خدا تعالیٰ کے ساتھ جان اور مال کا سودا کر کے اگر ان کو خدا کی راہ میں صرف نہیں کرتا تو وہ بھی ان کا معاوضہ حاصل نہیں کر سکتا۔ اور کس قدر افسوس ہے اس انسان پر جو اللہ تعالیٰ کے اس قدر فضلوں اور احسانوں کے ہوتے ہوئے اور ایسی اعلیٰ درجہ کی بیع کے کرنے کے بعد بھی خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان اور مال خرچ کرنے سے گریز کرے اور خدا تعالیٰ کی آواز پر کان نہ دھرے ایسا انسان ہرگز اس بات کا حقدار نہیں ہے کہ وہ کہے کہ میں نے خدا تعالیٰ سے جان و مال کا سودا کرلیا ہے۔ کیونکہ اس کا صرف زبانی کہنا اور عمل کر کے نہ دکھانا اسے کوئی فائدہ اور نفع نہیں پہنچا سکتا۔

بیعت کی غرض اور فوائد

ہماری جماعت کے لوگ سوچیں اور غور کریں کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کے آگے اپنی جان اور مال کے بیچنے کا ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ دوسری دفعہ حضرت خلیفہ اول کے ذریعہ اور تیسری دفعہ میرے ذریعہ اقرار کیا ہے۔ ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جنہوں نے حضرت خلیفہ اول اور میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے اور بعضوں نے صرف میرے ہی ہاتھ پر۔ بیعت کے معنی ہیں بیچنے کے اور یہ سب لوگ اس بات پر خوش ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سلسلہ میں داخل ہو گئے۔ لیکن میں پوچھتا ہوں کہ ان کے خوش ہونے کی کیا وجہ ہے۔ کیا یہ نہیں کہ جس طرح ایک تاجر پندرہ روپیہ کی چیز خرید لاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اب میں اس کو بیس روپیہ پر بیچوں گا اس لئے وہ خوش ہوتا ہے۔ اسی طرح تم بھی خوش ہو کہ تم نے خدا تعالیٰ کے ساتھ ایک عمدہ سودا کیا ہے اور اس کے بدلہ میں تمہیں بڑے بڑے انعام ملیں گے۔ لیکن ذرا غور تو کرو کہ جن چیزوں کا تم نے خدا تعالیٰ سے سودا کیا ہے۔ ان کو اگر تم باوجود خدا تعالیٰ کے طلب کرنے کے اس کی راہ میں

خرچ کرنے کے بغیر اپنے مصرف میں لے آئے۔ تو پھر تمہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کی قیمت کیونکر ملے گی۔ تم نے اپنے مال اور اپنی جانیں خدا تعالیٰ کے لئے بیچ کر دی ہوئی ہیں۔ لیکن جب ان میں سے کچھ خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے تمہیں کہا جاتا ہے اور تم نہیں کرتے تو بتلاؤ کہ تم نے اس بیع کو عملاً فسخ کر دیا یا نہیں اور جب بیع فسخ ہو گئی تو پھر خریدار تم کو ان کی قیمت کیوں دے گا۔ ہرگز نہیں دے گا۔ پس اس بات پر خوشی کرنا بے فائدہ اور لغو ہے کہ ہم نے خدا سے بیع کی ہوئی ہے۔ اگر ہماری جماعت کے لوگ اس بات پر خوش ہیں کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کے حضور اپنی جان اور مال کو بیچ دیا ہے اور وہ امید رکھتے ہیں کہ اس کے بدلہ میں انہیں جنت حاصل ہوگی تو وہ سوچیں کہ جب خدا تعالیٰ کی طرف سے آواز آتی ہے کہ اپنے مال اور جان کا کچھ حصہ میرے لئے میری راہ میں خرچ کرو تو وہ کیوں بڑی خوشی سے اس آواز کا جواب نہیں دیتے۔ انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ اگر ان میں سے کوئی خدا تعالیٰ کی آواز پر اپنے مال اور جان میں سے خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتا تو اس کی بیع فسخ ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر خرچ کرتا ہے تو پھر جس قدر بھی خوش ہو تھوڑا ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسا کرنے والوں کو میں بہت بڑے انعام دیتا ہوں۔ پس جب خدا تعالیٰ اس کے بدلہ میں بڑا انعام دینے کا وعدہ کرتا ہے تو وہ بہت ہی بڑا ہو گا کیونکہ جس چیز کو بڑے بڑا کہیں وہ بہت ہی بڑی ہوتی ہے۔ مثلاً کسی کو ایک بڑا امیر کہے کہ میں تمہیں بڑا انعام دوں گا تو یہ نہ ہو گا کہ وہ کوئی پانچ دس روپے انعام دے گا بلکہ بہت بڑی رقم دے گا۔ لیکن اگر کوئی غریب بڑے انعام کے دینے کا وعدہ کرے تو اس کا ایک روپیہ دینا بھی بڑا انعام سمجھا جائے گا تو چونکہ خدا تعالیٰ بہت بڑا ہے۔ اس لئے جسے وہ بڑا فرماتا ہے۔ اس کی بڑائی کو انسان سمجھ بھی نہیں سکتا۔ چنانچہ اللہ خود فرماتا ہے کہ انسان سمجھتا ہے کہ مجھے خدا کی طرف سے یہ انعام ملے گا۔ لیکن کوئی جان اس کو نہیں جان سکتی۔ جو خدا تعالیٰ نے انسان کے دینے کے لئے اس کی نظر سے پوشیدہ رکھا ہوا ہے۔ حتیٰ کہ آنحضرت ﷺ بھی نہیں جانتے تھے کہ آپ کو کیا اور کس قدر بڑا انعام ملے گا۔ پس خدا تعالیٰ کے انعام کا کوئی بڑے سے بڑا انسان بھی اندازہ نہیں لگا سکتا۔ جب یہ صورت ہے تو جس انسان نے خدا تعالیٰ کے ساتھ اپنی جان اور مال کا سودا کیا ہے۔ وہ جس قدر بھی خوشی کا اظہار کرے تھوڑا ہے اور جس قدر بھی اپنی حالت پر خوش ہو کم ہے مگر جس نے خدا تعالیٰ کے ساتھ عملاً بیع نہیں کی۔ اس کے لئے خوشی اور شادمانی کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس کو تو افسوس اور ماتم کرنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ نے

اس کو انعام حاصل کرنے کے لئے موقعہ دیا تھا لیکن اس نے کچھ نہ حاصل کیا۔

جماعت کو ضروری اور قیمتی نصائح

پس جو لوگ بیعت کا مفہوم اور مطلب سمجھتے ہیں۔ ان کو میں سناتا ہوں۔ مگر اس لئے نہیں کہ وہ سن کر کہہ دیں کہ بڑا مزیدار لیکچر تھا بلکہ اس لئے کہ وہ اس سے فائدہ اٹھائیں اور عملی طور پر ثابت کر دیں کہ خدا تعالیٰ کے حضور انہوں نے اپنی جان اور مال کو بیچ دیا ہؤا ہے۔ اگر وہ میری باتوں کو سن کر ان پر عمل کریں گے۔ تو بڑے بڑے انعامات پائیں گے اور اگر نہیں کریں گے تو انہیں سمجھ لینا چاہئے کہ ان باتوں کے سننے میں انہوں نے جو وقت صرف کیا ہو گا۔ وہ ضائع کیا ہو گا۔ پس میں جو کچھ کہتا ہوں اس کو گوشِ ہوش سے سنو اور میں صرف تمہیں ہی نہیں بلکہ اپنے نفس کو بھی کہتا ہوں۔ اگر تم نے خدا تعالیٰ سے سودا کیا ہؤا ہے اور اپنی جان اور مال کو خدا کے لئے دینے کو ہر وقت تیار ہو اور اس کے بدلہ میں ہلاک کرنے والے عذاب سے بچنا اور جنت حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس کے لئے ضروری ہے کہ اول ایمان کی درستی کرو دوم اعمال کو درست بناؤ۔ سوم دوسروں کو حق اور صداقت پہنچاؤ۔ اگر کوئی یہ باتیں نہیں کرتا۔ تو اس کا کوئی حق نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ کے انعامات کی امید رکھے۔ پس اے دوستو! سنو اور بڑے غور سے سنو کہ زمانہ گذرتا جاتا ہے اور موت قریب آرہی ہے۔ ہم آج کی صبح کے وقت موت کے قریب تھے۔ اب اس سے زیادہ قریب ہو گئے ہیں۔ اور جس وقت یہ لیکچر ختم ہو گا۔ اس وقت اور بھی زیادہ قریب ہو جائیں گے۔ موت اس شیر کی طرح ہے جو ہماری طرف منہ کھولے بھاگتا چلا آرہا ہو۔ وہ ہر گھڑی اور ہر لحظہ ہمارے قریب اور نزدیک ہو رہی ہے۔ اس لئے ہمیں فرصت تھوڑی اور کام بہت ہے۔ اور ہم نہیں جانتے کہ اس لیکچر کے ختم ہونے تک کون زندہ رہے گا۔ اور کس کو موت آدبائے گی۔ حتیٰ کہ ہم تو یہ بھی نہیں جانتے کہ یہ سانس جو اس وقت آیا ہے اس کے بعد بھی کوئی آئے گا یا نہیں۔ اس لئے نہایت ضروری ہے اور اس میں ایک سیکنڈ کی بھی دیر نہیں کرنی چاہئے کہ ہم اس بات کا عہد اور پختہ عہد کرلیں کہ ہم اپنی جان اور مال خدا کی راہ میں دینے کو ہر وقت تیار ہیں۔ تاکہ اگر اس وقت جان نکل جائے۔ تو ہم کہہ سکیں کہ ہم نے خدا تعالیٰ کے ساتھ سچی اور پکی بیع کی تھی اور اس پر شرح صدر سے قائم تھے۔ پس اپنے دلوں میں تبدیلی کرو اور فوراً کرو تاکہ خدا تعالیٰ کے حضور انعام پانے کے مستحق ٹھہر سکو۔ ورنہ صرف منہ سے کہہ دینے سے کہ ہم احمدی ہو گئے ہیں کچھ نہیں ملے گا۔

مؤمن کے لئے آزمائش ضروری ہے

خدا تعالیٰ فرماتا ہے اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَ هُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ (العنکبوت : ۳) کیا لوگ سمجھتے ہیں کہ ایمان لانے کا صرف زبانی اقرار کرلینے سے وہ چھوڑ دیئے جائیں گے اور خدا ان کی آزمائش نہیں کرے گا۔ یہ درست نہیں ہے۔ خدا ضرور ان کی آزمائش کرے گا۔

ناس میں تمام انسان شامل ہیں۔ اس لئے وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ صرف زبانی اقرار کر لینا اور عمل کر کے نہ دکھانا کافی ہے وہ سوچیں کہ کیا وہ آدمی ہیں یا نہیں۔ اگر آدمی ہیں تو انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم کسی آدمی کو بھی بغیر آزمائش کے نہیں چھوڑتے اس لئے ان کی بھی ضرور آزمائش ہوگی۔ پس تم لوگ اپنے اندر تبدیلی پیدا کرو۔ خدا تعالیٰ کے احکام کو قبول کرو اور ان پر عمل کر کے دکھاؤ اسی میں تمہاری کامیابی اور اسی میں تمہاری ترقی ہے۔ اس کے متعلق بجائے اس کے کہ میں کچھ بیان کروں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہی حکم تمہیں سنائے دیتا ہوں۔ جس سے تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ جس بیج کا تم کو دعویٰ ہے وہ کس طرح پوری ہو سکتی ہے اور اس کے متعلق کیا شرائط ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں

"واضح رہے کہ صرف زبان سے بیعت کا اقرار کرنا کچھ چیز نہیں ہے جب تک دل کی عزیمت سے اس پر پورا پورا عمل نہ ہو پس جو شخص میری تعلیم پر پورا پورا عمل کرتا ہے۔ وہ اس میرے گھر میں داخل ہو جاتا ہے جس کی نسبت خدا تعالیٰ کی کلام میں یہ وعدہ ہے اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ۔ یعنی ہر ایک جو تیرے گھر کی چار دیواری کے اندر ہے میں اس کو بچاؤں گا۔ (بہت لوگ کہتے ہیں کہ روپیہ پاس ہو تو قادیان میں مکان بنائیں میں کہتا ہوں۔ وہ گھر بیٹھے ہی قادیان میں مکان بنا سکتے ہیں وہاں ہی رہتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ کے گھر میں رہ سکتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں) اس جگہ یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ وہی لوگ میرے گھر کے اندر ہیں جو میرے اس خاک و خشت کے گھر میں بودوباش رکھتے ہیں۔ بلکہ وہ لوگ بھی جو میری پوری پیروی کرتے ہیں

میرے روحانی گھر میں داخل ہیں۔ پیروی کرنے کے لئے یہ باتیں ہیں (یہ عقیدہ بتایا) کہ وہ یقین کریں کہ ان کا ایک قادر اور قیوم اور خالق الکل خدا ہے۔ جو اپنی صفات میں ازلی ابدی اور غیر متغیر ہے۔ نہ وہ کسی کا بیٹا نہ کوئی اس کا بیٹا۔ وہ دکھ اٹھانے اور صلیب پر چڑھنے اور مرنے سے پاک ہے وہ ایسا ہے کہ باوجود دور ہونے کے نزدیک ہے۔ اور باوجود نزدیک ہونے کے وہ دور ہے۔ اور باوجود ایک ہونے کے اس کی تجلیات الگ الگ ہیں۔ انسان کی طرف سے جب ایک نئے رنگ کی تبدیلی ظہور میں آوے۔ تو اس کے لئے وہ ایک نیا خدا بن جاتا ہے (یعنی رحمٰن سے رحیم بن جاتا ہے) اور ایک نئی تجلی کے ساتھ اس سے معاملہ کرتا ہے۔ اور انسان بقدر اپنی تبدیلی کے خدا میں بھی تبدیلی دیکھتا ہے۔ مگر یہ نہیں کہ خدا میں کچھ تغیر آ جاتا ہے۔ بلکہ وہ ازل سے غیر متغیر اور کمال تام رکھتا ہے۔ لیکن انسانی تغیرات کے وقت جب نیکی کی طرف انسان کے تغیر ہوتے ہیں۔ تو خدا بھی ایک نئی تجلی سے اس پر ظاہر ہوتا ہے اور ہر ایک ترقی یافتہ حالت کے وقت جو انسان سے ظہور میں آتی ہے خدا تعالیٰ کی قادرانہ تجلی بھی ایک ترقی کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے۔ وہ خارق عادت قدرت اسی جگہ دکھلاتا ہے جہاں خارق عادت تبدیلی ظاہر ہوتی ہے۔ (یعنی معمولی تبدیلی نہیں بلکہ ایسی کہ انسان خود بھی حیران ہو جائے کہ میں پہلے کیا تھا اور اب کیا بن گیا ہوں) خوارق اور معجزات کی یہی جڑھ ہے۔ یہ خدا ہے۔ جو ہمارے سلسلہ کی شرط ہے۔ اس پر ایمان لاؤ اور اپنے نفس پر اور اپنے آراموں پر اور اپنے کل تعلقات پر اس کو مقدم رکھو اور عملی طور پر بہادری کے ساتھ اس کی راہ میں صدق و وفا دکھلاؤ۔ دنیا اپنے اسباب اور اپنے عزیزوں پر اس کو مقدم نہیں رکھتی۔ مگر تم اس کو مقدم رکھو۔ تا تم آسمان پر اس کی جماعت لکھے جاؤ (بعض لوگ یہاں بیعت کا کارڈ لکھ دینا کافی سمجھتے ہیں اور اپنے اندر تبدیلی نہیں پیدا کرتے۔ ان کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اس طرح کرنے سے انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ بیعت دراصل وہی ہے کہ جس کے کرنے سے آسمان پر نام لکھا جائے)

رحمت کے نشان دکھلانا قدیم سے خدا کی عادت ہے۔ مگر تم اس حالت میں اس عادت سے حصہ لے سکتے ہو کہ تم میں اور اس میں کچھ جدائی نہ رہے۔ اور تمہاری مرضی اسکی مرضی اور تمہاری خواہشیں اس کی خواہشیں ہو جائیں۔ اور تمہارا سر ہر ایک وقت اور ہر ایک حالت مرادیابی اور نامرادی میں اس کے آستانہ پر پڑا رہے (یعنی یہ نہیں ہونا چاہئے کہ جب کوئی انعام اور ترقی ہوئی۔ تو سُبْحَانَ اللّٰہِ کہنے لگ گئے۔ اور جب کوئی ابتلاء یا تکلیف ہوئی۔ تو ناشکری کرنے لگ گئے) تا جو چاہے سو کرے اگر تم ایسا کرو گے تو تم میں وہ خدا ظاہر ہو گا۔ جس نے مدت سے اپنا چہرہ چھپا لیا ہے۔ کیا کوئی تم میں ہے جو اس پر عمل کرے اور اس کی رضا کا طالب ہو جائے۔ اور اس کی قضاء و قدر پر ناراض نہ ہو۔ سو تم مصیبت کو دیکھ کر اور بھی قدم آگے رکھو کہ یہ تمہاری ترقی کا ذریعہ ہے (بعض لوگوں کو جب کوئی ابتلاء آتا ہے۔ تو وہ احمدیت کو خیرباد کہہ دیتے ہیں۔ ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ ابتلاء ان کی ترقی کے لئے آتے ہیں) اور اسکی توحید زمین پر پھیلانے کے لئے اپنی تمام طاقت سے کوشش کرو اور اس کے بندوں پر رحم کرو اور ان پر زبان یا ہاتھ یا کسی تدبیر سے ظلم نہ کرو اور مخلوق کی بھلائی کے لئے کوشش کرتے رہو اور کسی پر تکبر نہ کرو گو اپنا ماتحت ہو اور کسی کو گالی مت دو گو وہ گالی دیتا ہو۔ غریب اور حلیم اور نیک نیت اور مخلوق کے ہمدرد بن جاؤ تا قبول کئے جاؤ۔ بہت ہیں جو حلم ظاہر کرتے ہیں مگر وہ اندر سے بھیڑیئے ہیں۔ بہت ہیں جو اوپر سے صاف ہیں مگر اندر سے سانپ ہیں۔ سو تم اس کی جناب میں قبول نہیں ہو سکتے۔ جب تک ظاہر و باطن ایک نہ ہو۔ بڑے ہو کر چھوٹوں پر رحم کرو نہ ان کی تحقیر۔ اور عالم ہو کر نادانوں کو نصیحت کرو نہ خود نمائی سے ان کی تذلیل۔ اور امیر ہو کر غریبوں کی خدمت کرو۔ نہ خود پسندی سے ان پر تکبر۔ ہلاکت کی راہوں سے ڈرو۔ خدا سے ڈرتے رہو۔ اور تقویٰ اختیار کرو اور مخلوق کی پرستش نہ کرو اور اپنے مولیٰ کی طرف منقطع ہو جاؤ اور دنیا سے دل برداشتہ رہو۔ اور اسی کے ہو جاؤ اور اسی کے لئے زندگی بسر کرو۔ اور

اس کے لئے ہر ایک ناپاکی اور گناہ سے نفرت کرو۔ کیونکہ وہ پاک ہے۔ چاہئے کہ ہر ایک صبح تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے تقویٰ سے رات بسر کی۔ اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا۔ دنیا کی لعنتوں سے مت ڈرو کہ وہ دھوئیں کی طرح دیکھتے دیکھتے غائب ہو جاتی ہیں۔ اور وہ دن کو رات نہیں کر سکتیں۔ بلکہ تم خدا کی لعنت سے ڈرو جو آسمان سے نازل ہوتی اور جس پر پڑتی ہے اس کی دونوں جہانوں میں بیخ کنی کر جاتی ہے۔ تم ریاکاری کے ساتھ اپنے تئیں بچا نہیں سکتے۔ کیونکہ وہ خدا جو تمہارا خدا ہے اس کی انسان کے پاتال تک نظر ہے۔ کیا تم اس کو دھوکا دے سکتے ہو۔ پس تم سیدھے ہو جاؤ اور صاف ہو جاؤ اور پاک ہو جاؤ اور کھرے ہو جاؤ اگر ایک ذرّہ تیرگی تم میں باقی ہے تو وہ تمہاری ساری روشنی کو دور کر دے گی۔ اور اگر تمہارے کسی پہلو میں تکبر ہے یا ریاء ہے یا خود پسندی ہے یا کسل ہے تو تم ایسی چیز نہیں ہو کہ جو قبول کے لائق ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تم صرف چند باتوں کو لے کر اپنے تئیں دھوکا دو کہ جو کچھ ہم نے کرنا تھا کر لیا ہے۔ کیونکہ خدا چاہتا ہے کہ تمہاری ہستی پر پورا پورا انقلاب آوے۔ اور وہ تم سے ایک موت مانگتا ہے جس کے بعد وہ تمہیں زندہ کرے گا ۔ تم آپس میں جلد صلح کرو اور اپنے بھائیوں کے گناہ بخشو۔ کیونکہ شریر ہے وہ انسان کہ جو اپنے بھائی کے ساتھ صلح پر راضی نہیں وہ کاٹا جائے گا۔ کیونکہ وہ تفرقہ ڈالتا ہے تم اپنی نفسانیت ہر ایک پہلو سے چھوڑ دو اور باہمی ناراضگی جانے دو۔ اور سچے ہو کر جھوٹے کی طرح تذلل کرو۔ تا تم بخشے جاؤ۔ نفسانیت کی فربہی چھوڑ دو کہ جس دروازے کے لئے تم بلائے گئے ہو۔ اس میں سے ایک فربہ انسان داخل نہیں ہو سکتا۔ کیا ہی بدقسمت وہ شخص ہے۔ جو ان باتوں کو نہیں مانتا۔ جو خدا کے منہ سے نکلیں۔ اور میں نے بیان کیں تم اگر چاہتے ہو کہ آسمان پر تم سے خدا راضی ہو۔ تو تم باہم ایسے ایک ہو جاؤ۔ جیسے ایک پیٹ میں سے دو بھائی (میں دیکھتا ہوں کہ ہماری جماعت کے لوگوں میں بعض اوقات ذرا ذرا سی بات پر رنجش ہو جاتی ہے) تم میں سے زیادہ بزرگ

وہی ہے جو زیادہ اپنے بھائی کے گناہ بخشتا ہے۔ اور بدبخت ہے وہ جو ضد کرتا ہے اور نہیں بخشتا۔ سو اس کا مجھ میں حصہ نہیں۔ خدا کی لعنت سے بہت خائف رہو کہ وہ قدوس اور غیور ہے۔ بدکار خدا کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ متکبر اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ ظالم اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ خائن اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ اور ہر ایک جو اس کے نام کے لئے غیرت مند نہیں اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ وہ جو دنیا پر کتوں یا چیونٹیوں یا گدوں کی طرح گرتے ہیں اور دنیا سے آرام یافتہ ہیں وہ اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتے۔ ہر ایک ناپاک آنکھ اس سے دور ہے۔ ہر ایک ناپاک دل اس سے بے خبر ہے وہ جو اس کے لئے آگ میں ہے وہ آگ سے نجات دیا جائے گا وہ جو اس کے لئے روتا ہے وہ ہنسے گا۔ وہ جو اس کے لئے دنیا سے توڑتا ہے وہ اس کو ملے گا۔ تم سچے دل سے اور پورے صدق سے اور سرگرمی کے قدم سے خدا کے دوست بنو تاوہ بھی تمہارا دوست بن جائے۔ تم ماتحتوں پر اور اپنی بیویوں پر اور اپنے غریب بھائیوں پر رحم کرو تا آسمان پر تم پر بھی رحم ہو۔ تم سچ مچ اس کے ہو جاؤ تا وہ بھی تمہارا ہو جائے۔ دنیا ہزاروں بلاؤں کی جگہ ہے جن میں سے ایک طاعون بھی ہے۔ سو تم خدا سے صدق کے ساتھ پنجہ مارو تاوہ یہ بلائیں تم سے دور رکھے۔ کوئی آفت زمین پر پیدا نہیں ہوتی جب تک آسمان سے حکم نہ ہو۔ اور کوئی آفت دور نہیں ہوتی جب تک آسمان سے رحم نازل نہ ہو۔ سو تمہاری عقلمندی اسی میں ہے کہ تم جڑھ کو پکڑو نہ شاخ کو۔ تمہیں دوا اور تدبیر سے ممانعت نہیں ہے مگر ان پر بھروسہ کرنے سے ممانعت ہے۔ اور آخر وہی ہو گا جو خدا کا ارادہ ہو گا۔ اگر کوئی طاقت رکھے تو توکل کا مقام ہر ایک مقام سے بڑھ کر ہے۔ اور تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے۔ وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے۔ ان کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا۔ نوع انسان کے

لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ ﷺ ۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو۔ اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو۔ تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگی۔ بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے۔ نجات یافتہ کون ہے وہ جو یقین رکھتا ہے کہ خدا سچ ہے۔ اور محمد ﷺ اس مین اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے۔ اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے۔ اور نہ قرآن کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب ہے۔ اور کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبیؐ ہمیشہ کے لئے زندہ ہے۔ اور اس کے ہمیشہ زندہ رہنے کے لئے خدا نے یہ بنیاد ڈالی ہے کہ اس کے افاضۂ تشریعی اور روحانی کو قیامت تک جاری رکھا اور آخر کار اس کی روحانی فیض رسانی سے اس مسیح موعودؑ کو دنیا میں بھیجا جس کا آنا اسلامی عمارت کی تکمیل کے لئے ضروری تھا۔ کیونکہ ضرور تھا کہ یہ دنیا ختم نہ ہو۔ جب تک کہ محمدی سلسلہ کے لئے ایک مسیح روحانی رنگ کا نہ دیا جاتا۔ جیساکہ موسوی سلسلہ کے لئے دیا گیا تھا۔ اسی کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ موسیٰؑ نے وہ متاع پائے جس کو قرون اولیٰ کھو چکے تھے۔ اور حضرت محمد ﷺ نے وہ متاع پائے۔ جس کو موسیٰؑ کا سلسلہ کھو چکا تھا۔ اب محمدی سلسلہ موسوی سلسلہ کے قائم مقام ہے۔ مگر شان میں ہزار ہا درجہ بڑھ کر۔ مثیل موسیٰؑ موسیٰؑ سے بڑھ کر اور مثیل ابن مریمؑ ابن مریمؑ سے بڑھ کر۔ اور وہ مسیح موعودؑ نہ صرف مدت کے لحاظ سے آنحضرت ﷺ کے بعد چودھویں صدی میں ظاہر ہوا۔ جیساکہ مسیحؑ ابن مریم موسیٰؑ کے بعد چودھویں صدی میں ظاہر ہوا تھا۔ بلکہ وہ ایسے وقت میں آیا جب کہ مسلمانوں کا وہی حال تھا جیساکہ مسیحؑ ابن مریم کے ظہور کے وقت یہودیوں کا حال تھا۔ سو وہ میں ہی ہوں"۔ ٭

٭ کشتی نوح صفحہ ۱۲ تا ۱۶ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۰ تا ۱۴

یہ ہے وہ تعلیم جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی جماعت کو دی ہے۔ پس اگر آپ لوگ خدا تعالیٰ کے انعامات حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اس پر عمل کریں۔ اور میں خاص طور پر نصیحت کرتا ہوں کہ آپ لوگ ضرور اس پر عمل کریں۔ قرآن کریم کو پڑھیں اور اس کے احکام کو مانیں۔ یہ جھگڑے جو ہم میں پیدا ہو گئے ہیں۔ یہ عارضی ہیں ان کے جلد سے جلد دور کرنے کی کوشش کریں۔ اور تمام دنیا میں حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم کو پہنچا دیں۔ مگر اس بات کو خوب اچھی طرح یاد رکھیں کہ اگر آپ لوگوں نے خود اس پر عمل نہ کیا تو خواہ تمہارے ذریعے ہزاروں اور لاکھوں اس پر عمل کر کے جنت میں پہنچ جاویں تمہیں کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ پس جو تم نے بیعت کرتے وقت اقرار کیا ہے اس کو عملی طور پر پورا کر کے دکھا دو۔ تا کہ خدا تعالیٰ بھی تم پر وہ انعامات نازل کرے جن کا اس نے تم سے وعدہ کیا ہُوا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ امت محمدیہ کے لئے باعث فضیلت یہی بات ہے کہ وہ دوسروں کی اصلاح کرے۔ پس تم لوگ اس فضیلت کو حاصل کرو۔ اور ایمان اور عقائد کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ نے جو تعلیم دی ہے اسے پیش نظر رکھو۔ قرآن کریم اور حدیث میں ایمان اور عقائد کے متعلق سب باتیں موجود ہیں۔ لیکن حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ سے پہلے ان میں بہت سی غلط باتیں مل گئی تھیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے ان کو دور کر کے اصل تعلیم آپ لوگوں کے سامنے رکھ دی ہے۔ پس تمہیں چاہئے کہ کوئی صبح تم پر ایسی نہ چڑھے اور کوئی شام تم پر ایسی نہ گذرے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم تمہارے پیش نظر نہ ہو۔

تیسری بات جو میں آپ لوگوں کو پہنچانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۔ (اٰل عمران - ۱۱۱) اے امت محمدیہ کے لوگو کہ تم سب امتوں پر فضیلت رکھتے ہو۔ کیوں؟ اس لئے کہ تمہارے سپرد یہ کام کیا گیا ہے کہ اللہ کی طرف سے جو پیغام آیا ہے اس کو تمام دنیا کی طرف پہنچا دو۔ لوگوں کو نیکی سکھاؤ اور بدیوں سے روکو۔ اس کے لئے خدا تعالیٰ نے دو طریق رکھے ہیں۔ ایک یہ کہ ایک ایسی جماعت ہو جو رات دن اسی کام میں لگی رہے۔ چنانچہ فرمایا وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۔ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔

(اٰل عمران:۱۰۵) تم میں سے ایک ایسی جماعت ہو جو رات دن خیر کی طرف لوگوں کو بلانے میں لگی رہے۔ نیکی کا حکم کرے۔ اور برائی سے روکے۔ یہ لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔

اس آیت میں تمام کے تمام لوگ مراد نہیں۔ بلکہ ایک خاص جماعت ہے۔ کیونکہ اگر سارے دن رات اسی طرف لگ جائیں تو پھر ان کے دوسرے کام کون کرے اور ان کے دنیاوی کام کیونکر چلیں۔ اس لئے فرمایا ہے کہ تم میں ایک ایسی جماعت ہو جو اپنی زندگی' اپنی عزت' اپنی آبرو' اپنی جان' اپنا مال خدا کی راہ میں لگائے رہنے کے لئے علیحدہ ہو جائے۔ اور وہ ہر وقت اسی کام میں لگی رہے کہ اللہ کا نام دنیا میں پہنچائے۔ دوسرا طریق یہ بتایا ہے کہ سب مسلمان حتی المقدور تبلیغ اسلام کریں۔ جیسا کہ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ میں اشارہ فرمایا ہے۔ کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم مسلمان سب امتوں سے بہتر ہو۔ کیونکہ تم لوگوں کو اسلام کی طرف جو سب دینوں سے خوب تر ہے لوگوں کو بلاتے ہو۔ پس اس آیت میں مسلمانوں کا فرض ہی تبلیغ رکھا گیا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے دو گروہ قرار دیئے ہیں۔ ایک وہ جو اپنا سارا وقت اسی کام میں صرف کریں اور دوسرے وہ جو کچھ وقت صرف کریں۔ لیکن جب پہلا گروہ اپنا سارا وقت اسی میں صرف کرے گا اور بالکل خدا کی راہ میں لگ جائے گا تو یہ بھی ضروری ہو گا کہ دوسرا گروہ اس کی ضروریات کو پورا کرے ان کی کھانے پہننے اور زندگی بسر کرنے کی حاجتوں کو پورا کرے۔ آنحضرت ﷺ کے وقت تو جانیں مانگی جاتی تھیں۔ اور جب وہ خدا کی راہ میں اپنی جانوں کو قربان کر دیتے تھے تو اللہ تعالیٰ کے حضور میں بڑے بڑے مدارج پاتے تھے۔ لیکن اب چونکہ زمانہ بدل گیا ہے تلوار کا جہاد نہیں رہا اس لئے قربانی کا مطالبہ بھی بدل گیا ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ پر نادان اور جاہل لوگوں نے یہ اعتراض کیا تھا کہ آپ نے اسلام کو تلوار کے ذریعہ پھیلایا ہے۔ اگر دلائل اور براہین کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کیا جاتا تو کبھی نہ پھیلتا۔ یورپ کے مصنفین خصوصاً اس اعتراض کو بار بار پیش کرتے اور اسے بڑا اہم سمجھتے ہیں۔ بے شک قرآن کریم' احادیث اور صحیح تاریخ اس کے خلاف گواہی دینے کے لئے موجود ہے مگر عملی شہادت چونکہ سب سے بڑی ہوتی ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کا ایک مظہر اور بروز دنیا میں بھیجا اور اس کا کام یہ رکھا کہ اس وقت جبکہ اسلام مٹ گیا ہے دلائل اور براہین کے ذریعہ اس کو زندہ کرے۔ تاکہ یہ ثابت ہو جائے کہ

جب ایک خادم اسلام کو دلائل کے ساتھ پھیلا سکتا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ آقا نہ پھیلا سکا ہو۔ اسی طرح عملی طور پر ثابت کر کے خدا تعالیٰ نے اس اعتراض کو دور کیا ہے۔ غرض خدا تعالیٰ کا فیصلہ ہو چکا ہے کہ اب اسلام دلائل اور براہین کے ذریعہ پھیلے۔ اس لئے آپ لوگوں کو اس کے پھیلانے میں خاص کوشش اور ہمت سے کام لینا چاہئے۔ یہ مت سمجھو کہ آسانی سے پھیل سکے گا۔ آنحضرت ؐ نے فرمایا ہے کہ دجال کا فتنہ سب فتنوں سے بڑا ہو گا اور تمام نبی اپنی امتوں کو اس فتنہ سے ڈراتے آئے ہیں۔ پھر آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر ایمان ثریا پر بھی چلا جائے گا تو وہاں سے بھی واپس لے آیا جائے گا۔ یہ پیشگوئی ہے اس بات کے متعلق کہ اس زمانہ میں ایمان دنیا سے اٹھ جائے گا اور اس وقت دنیا میں ایسی تاریکی اور ظلمت ہو گی جو اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئی۔ اس سے سمجھ لو کہ تمہارا کام کس قدر اہم اور کس قدر طاقت اور کوشش کو چاہتا ہے۔ یہ مت سمجھو کہ تم میں اور غیر احمدیوں میں حیات مسیحؑ کا مسئلہ ہی ما بہ النزاع ہے۔ بلکہ وہ اسلام جو آنحضرت ﷺ کے ذریعہ دنیا کو دیا گیا تھا۔ وہ ایسے رنگ میں پیش کیا جاتا ہے کہ لوگ اس سے نفرت کرنے لگ گئے ہیں۔ پس یہ کوئی معمولی کام نہیں بلکہ بہت بڑا ہے۔ وہ بیرونی مفاسد تو الگ رہے جن کے مٹانے کے لئے ہماری جماعت کھڑی کی گئی ہے۔ مسلمان کہلانے والوں کی عملی حالت کو ہی دیکھ لو کہ کس قدر گری ہوئی ہے۔ میں اگر آپ لوگوں کے سامنے ان کی عملی حالت کو پیش کردوں تو میرے الفاظ وہ اثر نہیں کر سکتے۔ جو آپ کو اپنے محلے کے لوگوں اپنی بستی کے بسنے والوں اور اپنے علاقہ میں رہنے والوں کو دیکھ کر ہو سکتا ہے۔ آپ اپنے محلہ کے لوگوں اپنے ہمسایوں اور اپنے واقف کاروں کو دیکھیں۔ کیا وہ واقعہ میں مسلمان ہیں' کیا وہ نمازیں پڑھتے' زکوٰۃ دیتے اور روزے رکھتے اور حج کرتے ہیں؟ کیا وہ اخلاق سے پیش آتے بدیوں سے بچتے ہیں؟ کیا یہ درست نہیں کہ ملک کے جیل خانوں میں کثرت سے مسلمان ہی بھرے ہوئے ہیں۔ کیا یہ صحیح نہیں کہ بدکاریوں اور بدافعالیوں کے اڈوں پر مسلمانوں کے ہی جمگھٹے رہتے ہیں۔ اور کیا یہ واقعہ نہیں کہ عیاشی اور بے دینی میں مسلمان سب سے بڑھے ہوئے ہیں۔ ان کے گدی نشینوں کی یہ حالت ہے کہ دین سے اس قدر دور ہو چکے ہیں کہ نہ دین کو جانتے ہیں اور نہ سیکھتے ہیں۔ مریدوں سے بیعت لے کر ان سے ٹیکس وصول کرنا ان کا کام رہ گیا ہے۔ مسلمانوں کے امراء' صوفیاء' تاجروں' ملازموں اور زمینداروں کی حالت سخت خراب ہے۔ انہیں جھوٹ سے پرہیز نہیں' بدکاریوں سے نفرت

نہیں، خدا پر ایمان نہیں، محمد مصطفیٰ ﷺ سے تعلق نہیں، قرآن کریم کو ہاتھ میں لے کر عدالتوں میں خدا تعالیٰ کی قسمیں آٹھ آٹھ آنے پر کھاتے ہیں کہ فلاں بات سچی ہے حالانکہ وہ بالکل جھوٹی ہوتی ہے۔

پس مسلمانوں کی حالت جو آنکھوں سے دیکھنے سے معلوم ہوتی ہے اس کو تقریر میں بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ آپ لوگ ان کو دیکھ کر اندازہ لگالیں کہ ان کا کہاں تک اسلام پر عمل ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اسلام مٹ چکا ہے اور کسی نے سچ کہا ہے کہ مسلماناں در گور و مسلمانی در کتاب یعنی مسلمان دین کی طرف سے ایسا مردہ ہو چکے ہیں کہ گویا قبروں میں پڑے ہیں۔ اور اسلام قرآن کریم میں بند پڑا ہے۔ بہت تھوڑے ہیں جن کا تھوڑا بہت دین سے تعلق ہے۔ مگر عام طور پر سب بے دین ہو چکے ہیں۔ ان کے امراء خراب ہیں' ان کے غرباء خراب ہیں' ان کے زمیندار خراب ہیں' ان کے مولوی خراب ہیں۔ ان کے مفتی خراب ہیں۔ حضرت خلیفہ اول سنایا کرتے تھے کہ ایک مولوی نے ایک عورت کا نکاح ایک جگہ پڑھا کر پھر دوسرے دن دوسری جگہ پڑھایا۔ حضرت خلیفہ اول نے اس کو کہا مولوی صاحب میں نے آپ کے متعلق ایک بات سنی ہے جس سے مجھے بڑا رنج ہؤا ہے۔ اس نے پوچھا کیا؟ آپ نے بتایا کہ میں نے سنا ہے آپ نے ایک عورت کا نکاح دو جگہ پڑھا دیا ہے۔ یہ سن کر اس نے کہا مولوی صاحب باتیں بنانی آسان ہیں اور اصل واقعات سے ناواقف رہ کر رائے دینا سہل ہے۔ اگر آپ کو وہ حالات معلوم ہوتے جن سے مجبور ہو کر میں نے یہ کام کیا ہے تو کبھی آپ مجھ پر افسوس نہ کرتے۔ حضرت خلیفہ اول فرماتے تھے کہ مجھے اس کی یہ بات سن کر اس پر رحم آگیا اور میں نے سمجھا کہ اس پر کوئی بڑی ہی مصیبت آئی ہوگی اور شاید جان جانے کا خطرہ ہوگا تب اس نے ایسا کیا ہے۔ میں نے کہا اچھا بتائیے تو سہی کیا بات ہوئی۔ تو وہ پنجابی زبان میں کہنے لگا۔ مولوی صاحب انہاں چڑی جیڈا روپیہ جے کڈ کے رکھ دتا تے میں کی کردا۔ یعنی چڑیا کے برابر روپیہ جو انہوں نے نکال کر سامنے رکھ دیا تو میں نکاح نہ پڑھتا تو اور کیا کرتا۔ معلوم ہوتا ہے اس کی نگاہ میں روپیہ کی بہت ہی عظمت ہوگی جب ہی تو اس نے چڑیا جتنا کہا ہے۔ ورنہ ہم نے کبھی دیکھا نہیں کہ کوئی روپیہ اتنا بڑا ہو۔ حضرت خلیفہ اول فرماتے تھے کہ مجھے اس کی یہ بات سن کر سخت حیرت ہوئی کہ اس شخص کی دینی حس کس قدر مسخ ہو چکی ہے۔ میں نے اس کی حالت کو دیکھ کر کہا واقعہ میں تو مولوی صاحب آپ مجبور تھے اگر نکاح نہ کرتے تو اور کیا کرتے۔

یہ ہے ان کے مولویوں کی حالت۔ ایک سجادہ نشین کی نسبت حضرت خلیفہ اول فرماتے کہ آپ کی نسبت لوگ کفر کا فتویٰ جو تیار کرنے لگے تو اس پر اس کے دستخط کروانے کا بھی انہوں نے ارادہ کیا۔ آپ اس کے پاس گئے اور جاکر کہا کہ میں نے سنا ہے آپ بھی میرے خلاف فتویٰ پر دستخط کرنے لگے ہیں اگر آپ نے ایسا کیا تو یاد رکھئے کہ میرے مرید آپ کو سلام نہیں کریں گے۔ اس نے کہا تم اپنے مریدوں کو جاکر کہہ دو کہ میں دستخط نہیں کروں گا وہ مجھے سلام کرنا ترک نہ کریں۔ جب لوگ اس کے پاس فتویٰ دستخط کرانے کے لئے لے گئے۔ تو اس نے کہا کہ بھئی فقیروں کا دروازہ بہت اونچا ہوتا ہے اس میں سے ہر ایک آسکتا ہے اس لئے میں تو دستخط نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد وہ سجادہ نشین صاحب خاص طور پر اس گلی میں سے گذرے جس میں حضرت مولوی صاحب رہتے تھے تاکہ معلوم کریں کہ ان کے معتقد انہیں سلام کرتے ہیں یا نہیں۔ اور ایک آدمی کو آگے بھیج دیا کہ جاکر اطلاع دو کہ میں اس طرف سے گذرنے لگا ہوں۔ حضرت مولوی صاحب نے اپنے ہم خیال اور دوست اہلحدیث کو کہلا بھیجا کہ اس کو سلام کر دیں کہ خوش ہو جاویں گے اور خود بھی آگے بڑھ کر اسے سلام کیا۔ اس نے آپ سے کہا مولوی صاحب میں نے آپ کے خلاف فتویٰ پر دستخط نہیں کئے۔ اب تو آپ کے مرید مجھے سلام کرنا ترک نہیں کریں گے۔ اس قدر انہیں سلام کروانے کا شوق تھا۔

میری عمر کوئی دس گیارہ برس کی ہوگی کہ میں امرتسر گیا۔ اور دیکھا کہ ایک مولوی صاحب بڑی لمبی داڑھی والے جبہ پہنے اور عصا ہاتھ میں لئے جا رہے تھے اور ان کے پیچھے پیچھے ایک شخص جو اپنے لباس سے کسی دفتر کا چپڑاسی معلوم ہوتا تھا ہاتھ جوڑتا اور منتیں کرتا جا رہا تھا اور کہتا جاتا تھا کہ مولوی صاحب مجھ پر رحم کیجئے میں بہت مفلس اور غریب ہوں۔ مولوی صاحب تھوڑی دور چل کر اس کی طرف مڑ کر دیکھتے اور کہہ دیتے ہٹ دور ہو اور کوئی گالی بھی نکال دیتے۔ آخر کار اس بیچارہ نے تھک کر اس مولوی صاحب کا پیچھا چھوڑا۔ میں نے اس سے پوچھا کیا بات ہے۔ اس نے کہا کہ میں ایک دفتر میں آٹھ روپیہ کا چپڑاسی ہوں میں نے اپنی شادی کے لئے کچھ روپیہ جمع کیا تھا اور اس شخص کو مولوی اور دیندار سمجھ کر امانتاً رکھنے کے لئے دیا ہوا تھا۔ اب جو میری شادی ہونے لگی ہے اور میں اس سے وہ روپیہ مانگتا ہوں تو بات تک نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ میں تجھے جانتا ہی نہیں۔

غرض اس قسم کی ایک دو نہیں بلکہ سینکڑوں اور ہزاروں مثالیں ہیں جو پیش کی جاسکتی ہیں

اور ہر جگہ یہی حالت ہے۔ اور بعض علاقے تو ایسے ہیں کہ وہاں کے لوگوں کو معلوم ہی نہیں کہ اسلام چیز کیا ہے۔ ایک دوست نے لکھا کہ یہاں کے لوگ آج کل کوئی جانور ذبح نہیں کر سکتے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے مولوی نے ان کو ذبح کرنے کے لئے جو چھری پڑھ کر دی ہوئی تھی وہ گم ہو گئی ہے۔ اب پھر جب وہ کوئی چھری پڑھ کر دے گا تب ذبح کریں گے۔

کئی لوگ ہمارے پاس بیعت کرنے کے لئے ایسے بھی آتے ہیں جن کو خدا تعالیٰ کسی نشان کے ذریعہ اس سلسلہ کی صداقت سمجھا دیتا ہے لیکن کلمہ شہادت نہیں پڑھ سکتے۔ ایسے لوگوں کو دیکھ کر رقت آجاتی ہے کہ اسلام کی کیا حالت ہے۔ چونکہ یہ لوگ انہی لوگوں میں سے آتے ہیں جو اسلام کو بالکل فراموش کر چکے ہیں اس لئے ان کی یہ حالت ہوتی ہے۔

کسی نے لطیفہ کے طور پر لکھا ہے کہ کسی پٹھان نے ایک ہندو کو پکڑ کر کہا کہ مسلمان بنو اور کلمہ پڑھو ورنہ ابھی جان سے مار دوں گا اس نے کہا۔ میں کلمہ نہیں جانتا۔ پٹھان نے کہا جلدی پڑھو ورنہ میں قتل کر دوں گا۔ آخر کار ہندو نے مجبور ہو کر کہا اچھا تم پڑھاؤ میں پڑھتا جاؤں گا۔ پٹھان نے کہا کم بخت تیری قسمت ہی خراب ہے کلمہ مجھے بھی نہیں آتا ورنہ آج تجھے میں مسلمان بنا دیتا۔ کہنے والے نے تو یہ قصہ کہا ہے مگر اس وقت مسلمانوں کی حالت اسی قسم کی ہو رہی ہے کہ میرے پاس ایسے لوگ بھی آئے ہیں جن کو میں نے کئی کئی منٹ میں صرف کلمہ پڑھایا ہے۔ حضرت مولوی صاحب کے وقت یہاں ایک عورت بیعت کرنے کے لئے آئی۔ مولوی صاحب نے اس سے پوچھا جانتی ہو۔ محمد ﷺ کون تھے کہنے لگی۔ کوئی ہوں گے ہمیں ان کا کیا پتہ ہے۔ اب تو وہ دین سے خوب واقف ہے۔ لیکن اس وقت اس کی حالت کیسی دردناک تھی۔ یہاں ایک شخص ہوتا تھا اس سے حضرت مولوی صاحب نے پوچھا تمہارا کیا مذہب ہے۔ وہ کہنے لگا میرا وہی مذہب ہے جو ہمارے گاؤں کے نمبردار کا ہے۔ کیا ہی رونے کا مقام ہے۔ جب میں حج کو گیا تو ہمارے ساتھ ایک شخص جس کا نام عبدالوہاب تھا اور بہت بوڑھا وہ بھی حج کو جا رہا تھا۔ میں نے منیٰ میں اس سے پوچھا کہ تمہارا کیا مذہب ہے تو کہنے لگا کہ گھر میں جا کر اپنے مولوی سے لکھوا کر آپ کو بھیج دوں گا۔ میری اس سے پوچھنے کی یہ مراد تھی کہ تم کس فرقہ کے ہو۔ اس کے متعلق جب پھر میں نے پوچھا تو کہنے لگا میرا مذہب رَحْمَۃُ اللّٰہِ ہے۔ میں حیران رہ گیا۔ پھر کہنے لگا جلدی نہ کرو اچھی طرح سوچ لینے دو۔ میں نے کہا اچھا سوچ لو۔ تھوڑی دیر کے بعد کہنے لگا میرا مذہب اعظم علیہ ہے۔ اسی طرح اس کے کبھی کوئی اور کبھی کوئی

لفظ بولنے سے میں نے یہ سمجھا کہ وہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہنا چاہتا ہے مگر کہہ نہیں سکتا۔ مکہ میں جاکر وہ بیمار ہوگیا اور اس کے پاس خرچ بھی نہ تھا۔ لیکن وہ مدینہ جانا چاہتا تھا میں نے سمجھایا کہ وہاں نہ جاؤ کہیں راستہ میں ہی مرجاؤ گے۔ لیکن وہ کہتا کہ میرے بیٹوں نے مجھے کہا ہؤا ہے کہ جب تک تم مدینہ نہ جاؤ گے تمہارا حج نہیں ہوگا اس لئے میں ضرور جاؤں گا۔ معلوم نہیں وہ گیا یا نہ گیا۔ لیکن اس کی اسلام سے واقفیت کو دیکھو۔ کہ حج کو گیا اور اسلام کی خبر تک نہیں۔

پھر ہندوستان میں ایسے علاقے موجود ہیں جہاں کے لوگ کہلاتے تو مسلمان ہیں لیکن اپنے گھروں میں بت رکھے ہوئے ہیں اور صبح اٹھ کران کے آگے سجدہ کرتے ہیں۔

یہ حالت ہے آج کل کے مسلمانوں کی۔ اور یہ مت سمجھو کہ ایران، مصر اور عرب کے لوگوں کی اس سے اچھی ہوگی۔ ہندوستان کے رہنے والوں کی حالت ان سے ہزار درجہ اچھی ہے۔ میں نے مصر کے شہر پورٹ سعید کی جامع مسجد میں دیکھا ہے کہ امام نماز پڑھا رہا تھا اور اس کے پیچھے کوئی دس پندرہ آدمی کھڑے تھے۔ میں نے اپنے گائیڈ سے پوچھا کہ کیا اسی قدر مسلمان یہاں نماز پڑھتے ہیں تو کہنے لگا کہ جمعہ کے دن بہت سے آجاتے ہیں۔ اس وقت نمازیوں کو دیکھنا چاہئے۔ وہاں کے بڑے بڑے مشہور و معروف مولوی شراب پیتے اور اس سے کوئی پرہیز نہیں کرتے۔ شیخ عبدالرحمٰن صاحب جب مصر میں تھے۔ تو انہوں نے مجھے لکھا تھا کہ ایک بڑے عالم نے میری باتوں سے متأثر ہو کر شراب چھوڑنے کا ارادہ کیا ہے اور اب وہ طریق پوچھتا ہے کہ کس طرح چھوڑوں۔

غرض مسلمانوں کی عملی حالت یہ ہے اور اس کی تصدیق تم اپنے گاؤں اپنے شہروں اور اپنے محلوں کے لوگوں کو دیکھ کر کر سکتے ہو۔ باقی رہے ان کے اعتقادات ان کے متعلق میں مختصراً بتاتا ہوں۔ ان کو سن کر رونا آتا ہے۔

قرآن کریم جس خدا کو پیش کرتا ہے وہ ایسا خدا ہے کہ جس کی طرف کوئی بدی منسوب نہیں کی جاسکتی۔ وہ سب نقصوں اور عیبوں سے پاک اور ہر قسم کی کمزوریوں سے منزہ ہے اور قرآن کریم میں خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى۔ اے مسلمانو! اپنے رب کی تسبیح کرو۔ مگر آج وہ حالت ہے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کی نسبت وہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ جن کو سن کر انسان حیران رہ جاتا ہے۔

قرآن کریم میں بہت بڑا زور خدا تعالیٰ کی وحدانیت پر دیا گیا ہے۔ مگر باوجود اس کے آج مسلمانوں میں سے ایک گروہ ایسا ہے جو کہتا ہے کہ جس قدر مخلوق ہے وہ سب خدا ہی خدا ہے۔ مسلمانوں، فقیروں اور صوفیوں میں چلے جاؤ یہی کہیں گے کہ ہر ایک چیز خدا ہے اور ہر ذرہ خدا ہے اس کو وہ وحدت الوجود کا مسئلہ کہتے ہیں۔ لیکن اس سے تو ایمان بالکل ضائع ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک ایک چور اور بدکار انسان بھی خدا ہے، نجاست اور پاخانہ بھی خدا ہے، اینٹ اور پتھر بھی خدا ہے۔ لیکن میں پوچھتا ہوں کہ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی کا بھی مفہوم اور یہی منشاء ہے؟ اصل بات یہ ہے جسے قرآن کریم نے بیان کیا ہے۔ اور ابتدائی زمانہ کے صوفیاء بھی اسی کو مانتے تھے کہ ہر ایک چیز اور ہر ایک ذرہ میں خدا تعالیٰ جلوہ گر ہے۔ لیکن اس زمانہ کے صوفیوں نے اپنی نادانی اور جہالت کی وجہ سے اس کے یہ معنی کر لئے ہیں کہ ہر ایک چیز خدا ہے۔ مگر درست یوں ہے کہ ہر ایک چیز میں خدا کا جلوہ نظر آتا ہے۔ یعنی ہر ایک چیز اور ہر ذرہ خدا تعالیٰ کی ہستی پر دلالت کرتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ بھی فرماتے ہیں ؎

چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بیکل ہوگیا
کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اس میں جمالِ یار کا

چاند جمالِ یار کا مظہر تو ہے مگر خدا نہیں تھا۔ خدا تعالیٰ نے بھی قرآن کریم میں اس بات کو اس طرح بیان فرمایا کہ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ بَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّ تَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ○ (البقرہ-۱۶۵) یعنی زمین و آسمان کی ہر ایک چیز خدا تعالیٰ پر دلالت کرتی ہے۔ مگر عقلمندوں کے نزدیک اور انہیں کے لئے یہ نشانیاں ہیں۔ آج کل کے مسلمانوں کو دیکھو۔ وہ گندی سے گندی چیز کو خدا بنا رہے ہیں۔ اور یہ عقیدہ اس قدر پھیلا ہوا ہے کہ لاکھوں لاکھ انسان اس عقیدہ کے پابند ہیں۔ پھر خدا تعالیٰ کے شریک کمزور اور ناتواں انسان قرار دیئے جاتے ہیں۔ قرآن کریم کہتا ہے۔ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (البقرہ: ۲۵۶) مگر آج مسلمان کہتے ہیں کہ اور بھی اللہ ہیں۔ کیا مسلمانوں میں سے وہ لوگ نہیں ہیں جو بغداد کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں اور اسے پیر جیلانی کی نماز کہتے ہیں۔ اور پھر کیا ایسے لوگ نہیں ہیں جو ان کو خدا سے بھی بڑھ کر طاقت اور قدرت رکھنے والا سمجھتے ہیں۔ کشمیر میں مَیں نے

دیکھا ہے کہ اگر کوئی چھوٹی کشتی لے جا رہے ہوتے تو زور لگاتے وقت لا الہ الا اللہ کہتے اور اگر بڑی ہوتی تو پیر دستگیر کہتے۔ گویا انہوں نے خدا اور پیر دستگیر کا یہ اندازہ لگایا ہؤا تھا کہ چھوٹی کو تو خدا پار کر سکتا ہے مگر بڑی کے لئے پیر دستگیر کی مدد کی ضرورت ہے۔ پھر میں نے ایک نظارہ دیکھا کہ ایک بڑی کشتی کو کھینچ رہے تھے۔ لیکن وہ کھنچتی نہ تھی۔ اس پر انہوں نے لا الہ الا اللہ کہہ کر زور لگایا مگر نہ چلی۔ پھر یا شیخ ہمدان کہہ کر زور لگاتے رہے اس میں بھی انہیں کامیابی نہ ہوئی۔ اس کے بعد جب پیر دستگیر کہہ کر زور لگانے لگے تو تمام مرد عورت اور بچے جو کشتی میں بیٹھے ہوئے تھے سب ان کے ساتھ مل کر زور لگانے لگ گئے تاکہ اگر اب نہ چلی تو پیر دستگیر کی ہتک ہوگی۔ گویا ان کو خدا کی ہتک کی تو کوئی پرواہ نہ تھی مگر پیر دستگیر کی ہتک کو گوارا نہ کر سکتے تھے۔ پھر مسلمانوں نے یہاں تک باتیں بنائی ہوئی ہیں کہ کسی کے لڑکے کی فرشتہ جان نکال کر لے گیا تھا کہ اتنے میں پیر دستگیر آگئے۔ اس شخص نے ان کو کہا کہ میرا لڑکا زندہ کر دیجئے۔ اس وقت عزرائیل آسمان پر چڑھ رہا تھا انہوں نے اس کو کہا کہ اس لڑکے کی روح کو چھوڑ دو تاکہ یہ زندہ ہو جائے۔ لیکن اس نے کہا کہ مجھے چھوڑنے کا حکم نہیں ہے اس لئے میں نہیں چھوڑ سکتا۔ جب اس نے یہ کہا تو انہوں نے ایک لاٹھی دے ماری جس سے اس کا گھٹنا ٹوٹ گیا اور اس سے زنبیل لے لی جس میں اس نے روحیں بند کی ہوئی تھیں اور سب کو چھوڑ دیا۔ اس سے اس دن کے تمام مرنے والے زندہ ہو گئے۔ عزرائیل نے جاکر خدا تعالیٰ کو یہ بات بتائی اور کہا کہ آج میرے ساتھ اس قسم کا واقعہ پیش آیا اس کا انسداد ہو جانا چاہئے۔ اس پر خدا تعالیٰ نے کہا چپ چپ اس کے متعلق کوئی بات نہ کرنا اگر وہ آج تک کے تمام مردوں کو زندہ کر دے تو پھر میں نے اور تم نے اس کا کیا بگاڑ لینا ہے۔

اس سے دیکھ لیجئے کہ ان کے نزدیک خدا تعالیٰ کی کیا شان ہے۔ اور پیر دستگیر کی کیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے ایک استاد مولوی عبدالقیوم نام ریاست بھوپال میں رہتے تھے بڑے باغیرت اور دیندار تھے۔ ایک دفعہ عید کے موقع پر وہاں کے ریذیڈنٹ نے بیگم صاحبہ بھوپال کو کہا کہ میں آپ کی نماز دیکھنا چاہتا ہوں اس لئے خاص طور پر عید گاہ کو سجایا گیا اور خاص اہتمام کیا گیا۔ عید کے دن جب مولوی عبدالقیوم صاحب نماز پڑھانے کے لئے گئے تو اس وقت تک ریذیڈنٹ اور بیگم صاحبہ نہیں آئی تھیں لیکن وقت ہو گیا تھا۔ مولوی صاحب نے حاضرین کو نماز پڑھا دی۔ نماز پڑھا چکنے کے بعد بیگم صاحبہ آئیں اور پوچھا مولوی صاحب آپ نے یہ کیا کیا

کہ ہمارے آنے سے پہلے ہی نماز پڑھا دی۔ اور اس پر بہت غصہ کا اظہار کیا۔ مولوی صاحب نے کہا نہیں بیگم صاحبہ! میں نے تو نماز نہیں پڑھائی۔ والیہ بھوپال نے کہا کہ سب لوگ گواہی دیتے ہیں کہ آپ پڑھا چکے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں میں نے خدا تعالیٰ کی نماز پڑھائی ہے۔ آپ کی نماز کے لئے یونہی انتظار کر رہا تھا تشریف لایئے اب پڑھا دیتا ہوں۔ انہی مولوی صاحب نے رؤیا میں ایک شکل دیکھی کہ اس کے جسم پر کیڑے پڑے ہوئے تھے اور ہڈیاں نکلی ہوئی تھیں اور بڑا بدصورت تھا انہوں نے اس سے پوچھا تم کون ہو۔ اس نے کہا میں خدا ہوں۔ انہوں نے کہا ہمیں تو قرآن نے بڑا خوبصورت اور بڑی اعلیٰ صفتوں والا خدا بتایا ہوا ہے۔ تم کس طرح خدا ہو سکتے ہو۔ اس نے جواب دیا میں وہ خدا نہیں ہوں جس کا ذکر قرآن میں ہے بلکہ میں بھوپال کا خدا ہوں۔ تو وہ خدا جو بڑا ہی خوبصورت اور بڑے ہی جمال والا ہے بڑی ہی شان و شوکت رکھتا ہے اور ایسا ہے کہ اس کی صفات کو سن کر انسان کا دل چاہتا ہے کہ اس کے رستہ میں اپنے جسم کو ریزہ ریزہ کر دے وہ اس وقت کے لوگوں کے خیالات کے مطابق مولوی صاحب کو اس شکل میں نظر آیا۔ مگر آج مسلمان جو خدا پیش کرتے ہیں وہ بھی کچھ کم نہیں۔ منہ سے اس کی تقدیس کی جاتی ہے مگر واقعہ میں جو تفصیلات اس کی صفات اور اس کے کاموں کے متعلق بیان کی جاتی ہیں ان سے وہ نہایت بھیانک اور خوفناک خدا معلوم ہوتا ہے۔ پھر یہی نہیں خدا تعالیٰ کے کمزور بندوں کو خدا بنایا جا رہا ہے۔ پھر ایک ایسی جماعت جو کہتی ہے کہ ہم مشرک نہیں بلکہ موحد ہیں۔ لیکن انہوں نے یہ کیا ہے کہ خدا تعالیٰ کے کلام کو وضعی اور جھوٹی حدیثوں کے نیچے چھپا دیا ہے۔ یہ لوگ اگر ایک گڑھے سے نکلے تھے تو دوسرے میں جا گرے ہیں۔ پھر اور عقائد میں ہزار ہا قسم کی خرابیاں ہیں۔ اور ان کو رسائل اور کتب میں ظاہر کرتے رہتے ہیں۔ ایک مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ خدا جھوٹ نہیں بول سکتا۔ دوسرے کہتے ہیں نہیں وہ شخص جو یہ کہتا ہے وہ خدا کی قدرت کا منکر ہے اس لئے وہ کافر ہے۔ پہلے صاحب کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں لکھا ہے کہ خدا سچ بولتا اور سب سچوں سے زیادہ سچا ہے اس لئے وہ جھوٹ نہیں بول سکتا۔ تم قرآن کریم کو نہیں مانتے اس لئے کافر ہو۔ حالانکہ یہ بحث ہی لغو ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ قدرت کے معنی طاقت رکھنے کے ہیں اور طاقت کا کمال یہ ہے کہ صاحب طاقت میں کوئی عیب اور کوئی نقص نہ ہو۔ جھوٹ بولنا ایک نقص ہے اس لئے قادر ہونا اور جھوٹ بولنا یکجا جمع ہی نہیں ہو سکتے۔ لیکن مسلمان ہیں کہ ان لغو بحثوں

میں پڑے ہوئے ہیں۔

پھر مسلمانوں کے فلسفی کہتے ہیں کہ خدا کو قادر سمجھنا ہی لغو ہے۔ خدا علت ہے اور مجبور ہے کہ پیدا کرے۔ اس لئے یہ چیزیں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ یہ لوگ مثال میں یہ بات پیش کرتے ہیں کہ آگ کا کام جلانا ہے جو اس میں انگلی ڈالے گا۔ اس کی انگلی کو وہ ضرور جلائے گی۔ اسی طرح کا خدا ہے وہ مجبور ہے کہ پیدا کرے۔ اس لئے چیزوں کی پیدائش ہوتی رہتی ہے۔ کیا ایسے خدا سے کوئی عقلمند محبت کر سکتا ہے جو آپ ہی آپ بلا ارادہ اور بلا منشاء کے کام کرنے پر مجبور ہے۔ کیونکہ کسی کو انعام یا سزا دینا تو اس کے اختیار میں ہی نہ ہوُا اور جب یہ نہ ہوُا تو اس سے محبت یا خوف کیسا۔

پھر کہتے ہیں کہ اب خدا کسی سے کلام نہیں کر سکتا۔ جو کچھ اس نے بولنا تھا وہ بول چکا ہے۔ گویا اب اس کے بولنے کی صفت معطل ہو چکی ہے۔

غرض اس قسم کی بہت سی باتیں ہیں جو ان کے عقائد میں داخل ہو چکی تھیں۔ اور قرآن کریم نے جو کچھ بتایا تھا وہ ان کے اعتقادات میں داخل نہیں رہا تھا۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا۔ آپ نے آکر اسلام کو ان تمام نقصوں اور عیبوں سے پاک کیا جو ان لوگوں نے اس کی طرف منسوب کر دیئے تھے۔ اور بتایا کہ خدا ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں اور نہ اس سے مقابلہ کر سکتا ہے۔ اور یہ کہ خدا جو کچھ کرتا ہے اپنے ارادہ سے کرتا ہے مجبور ہو کر نہیں کرتا۔ ہر ایک انسان جو کچھ کرتا ہے وہ اس سے پوچھا جائے گا۔ مگر خدا سے کوئی پوچھنے والا نہیں۔ خدا تعالیٰ علت نہیں بلکہ وہ اپنے فضل اور احسان سے سب کام کرتا ہے اور یہ کہ اس کی طرف جھوٹ منسوب کرنا ہی غلط ہے۔ اور یہ بحث ہی فضول ہے اور یہ کہ اسکے کلام کرنے کی صفت اب بھی معطل نہیں ہوئی بلکہ جاری ہے۔

غرض اس زمانہ میں حضرت مسیح موعودؑ نے ہی اسلام کو صاف اور شفاف کرکے پیش کیا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے اس حکم کو پورا کرکے دکھلا دیا ہے کہ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى۔ (الاعلیٰ: ۲) اب لوگ سمجھیں کہ ہم میں اور غیر احمدیوں میں وفات مسیحؑ کا ہی اختلاف نہیں۔ خدا تعالیٰ کے متعلق بھی اختلاف ہے۔ وہ اس خدا کو نہیں مانتے جو قرآن نے پیش کیا ہے۔ پھر قرآن کریم کے بارہ میں اختلاف ہے۔ وہ اس رنگ میں اس کو نہیں مانتے جو کہ اصلی اور درست ہے۔ پھر آنحضرت ﷺ میں بھی اختلاف ہے وہ اس شان میں آپؐ کو نہیں مانتے جو

آپ ؑ کی ہے۔ لیکن تم نے ان سے اصل خدا، اصل قرآن اور حقیقی نبی کریم ؐ منوانا ہے۔ کیا یہ کوئی چھوٹا کام ہے۔ آپ لوگوں نے ہزاروں اور لاکھوں انسانوں کے سامنے اپنا مال اور اپنی جانیں خرچ کر کے بتانا ہے کہ خدا کی اصل شان کیا ہے، قرآن کریم کی صحیح تعلیم کیا ہے، آنحضرت ﷺ کی اصل حقیقت کیا ہے اور پھر جو عیب، جو نقص اور جو کمزوریاں وہ خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں ان کو دور کرنا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے کلام قرآن کریم پر کئی قسم کے اعتراض کئے جاتے ہیں۔ اکثر کہتے ہیں کہ اس میں ایسے واقعات بیان کئے گئے ہیں جو غلط ہیں۔ اکثر کہتے ہیں کہ اس میں کوئی ربط نہیں۔ گویا جس طرح ایک نادان بچہ کے ہاتھ سے کاغذ پر سیاہی کے گرنے سے بے ترتیب چھینٹے پڑ جاتے ہیں نعوذ باللہ اسی طرح خدا تعالیٰ نے یہ بے ترتیب سی باتیں بتا دی ہیں حالانکہ یہ اتنا بڑا نقص ہے کہ کسی سمجھدار انسان میں بھی نہیں پایا جاتا پھر کس طرح ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ میں پایا جاتا ہو۔

پھر قرآن کے متعلق سمجھ رکھا ہے کہ یہ مُردوں کی قبروں پر پڑھنے کے لئے ہے۔ گویا یہ زندوں کے لئے نازل نہیں ہُوا تھا۔ مُردوں کے لئے ہُوا تھا۔ پھر قرآن کی آیت کے ناسخ و منسوخ نے قیامت برپا کر دی۔ کسی نے کوئی آیت منسوخ کر دی اور کسی نے کوئی۔ اور جس آیت کا مطلب نہ سمجھ آیا یا جو اپنی منشاء کے خلاف معلوم ہوئی اس کے متعلق کہہ دیا کہ یہ منسوخ ہے۔ پھر بعض نے یہاں تک کہہ دیا کہ قرآن دراصل آنحضرت ﷺ پر نہیں اتارا گیا بلکہ حضرت علیؓ پر اتارا گیا تھا لیکن جبرائیل غلطی سے آنحضرت ﷺ کو دے گئے۔ یہ بھی بہت بڑا حملہ ہے۔ کیونکہ اگر (نعوذ باللہ) آنحضرت ﷺ اس قابل نہ تھے کہ آپ پر خدا کا کلام اترتا تو پھر خدا نے اس غلطی کی اصلاح کیوں نہ کی۔ پھر بعض نے کہا کہ قرآن کے دس پارے ہی غائب ہیں۔ اس سے تو قرآن کا کوئی حکم بھی قابل عمل نہ رہا کیونکہ ممکن ہے کہ جو قرآن کا حصہ غائب ہے اس میں کسی حکم کی کوئی تشریح ہو۔ پھر بعضوں نے کہا کہ قرآن خدائی کلام ہی نہیں آنحضرت ﷺ کے اپنے خیالات ہیں۔ بعض نے کہا یہ عقل کے خلاف ہے۔

یہ تو خدا تعالیٰ کے کلام کے متعلق ان کے اعتقاد ہوئے۔ ان کے علاوہ خدا تعالیٰ کے نبیوں میں سے کوئی نبی ایسا نہ چھوڑا جس پر کوئی نہ کوئی گندے سے گندہ الزام نہ لگایا ہو۔ سورۃ یوسف میں جہاں آتا ہے کہ حضرت یوسف کے بھائیوں نے ان کے چھوٹے بھائی پر سے چوری کا الزام دور کرتے ہوئے خود حضرت یوسفؑ پر بھی الزام لگا دیا کہ اس کا بھائی (یوسف) بھی پہلے

چوری کر چکا ہے تو ایسے بعض مفسرین نے ایسے واقعات لکھنے شروع کر دیئے ہیں کہ واقعہ میں حضرت یوسفؑ نے نعوذ باللہ چوری کی تھی۔ انہوں نے اپنی پھوپھی کا کرتہ چرایا تھا۔ تو نبیوں پر کوئی نہ کوئی الزام ضرور لگاتے ہیں۔ اور صاف کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ پاک تھے اور کوئی نبی بری نہیں تھا۔ حتیٰ کہ رسول کریم ﷺ پر بھی انہوں نے الزام لگائے ہیں۔ ان کی کتابوں میں لکھا ہؤا موجود ہے کہ آنحضرت ﷺ حضرت زینبؓ پر عاشق ہو گئے تھے کیونکہ انہوں نے ان کو ننگا نہاتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ ڈرپوک تھے۔ آپ کے بعد حضرت علیؓ شیرِ خُدا خلافت لینے کے مستحق تھے۔ لیکن آپ نے ابوبکرؓ سے ڈر کر نہ بنایا۔

پھر ملائکہ کی نسبت کہتے ہیں کہ اس دنیا میں دو فرشتے آئے تھے اور وہ ایک کنچنی پر عاشق ہو گئے اور اس سے زنا کیا۔ وہ کنچنی تو ستارہ بن کر آسمان پر جا چمکی اور وہ دونوں ایک کنویں میں لٹکا دیئے گئے۔

غرض اسلام کا کوئی عقیدہ اور کوئی بات ایسی نہیں رہی جس کو انہوں نے بالکل مسخ نہ کر دیا ہو۔

پھر جزاء و سزا کے متعلق ان کا یہ عقیدہ ہے اور اس کو آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا خواہ کوئی کس قدر گناہ کرے لیکن لا الہ الا اللہ کہنے سے جنت میں چلا جائے گا۔

پھر جنت کا نقشہ ایسا برا کھینچتے ہیں کہ سن کر شرم آجاتی ہے ہم نے ایک دفعہ ندوۃ العلماء کا جلسہ دیکھا۔ اس میں ایک مولوی صاحب نماز کی فضیلت پر لیکچر دے رہے تھے جسے سن کر انگریزی خوان اور شریف آدمی شرم کے مارے اپنے منہ پر رومال رکھ رہے تھے۔ مولوی صاحب نے نماز کی ضرورت اور فضیلت صرف یہ بیان کی کہ نماز کے بدلہ میں جنت ملے گی اور جنت وہ مقام ہو گا جس میں اس اس طرح عورتوں سے تعلق کا موقعہ ملے گا اس جماع میں خاص قسم کی لذت اور سرور ہو گا وغیرہ وغیرہ۔ پورا ڈیڑھ گھنٹہ انہی باتوں کی تشریح اور توضیح کرنے میں اس کا صرف ہؤا۔

یہ حالت ہے مسلمانوں کے علماء کی۔ اسی لئے خدا تعالیٰ نے مسیح موعودؑ کو بھیجا کہ جن کے متعلق یہ پیشگوئی تھی کہ لَوْ کَانَ الْاِیْمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَیَّا لَنَالَہٗ رَجُلٌ اَوْ رِجَالٌ مِّنْ هٰٓؤُلَآءِ[1] یہاں میں ایک ضمنی بات بتاتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ

[1] بخاری کتاب التفسیر۔ باب قولہ و اخرین منھم لما یلحقوابھم میں روایت اس طرح ہے "لو کان الایمان عند الثریا لنالہ رجال او رجل من ھؤلاء"

اسی پیشگوئی میں ہماری صداقت کا بھی ثبوت ہے۔ جو کہ آنحضرت ﷺ کی زبانی ہے۔ یہ پیشگوئی دو طرح پر آئی ہے ایک میں رَجُلٌ کا لفظ آیا ہے اور دوسری میں رِجَالٌ کا اب ہم کہتے ہیں رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب ایمان اٹھ جائے گا اور عقائد بگڑ جائیں گے تو خدا تعالیٰ ایک فارسی النسل انسان کو کھڑا کرے گا۔ جو اگر ایمان آسمان پر بھی چلا جائے گا تو واپس لے آئے گا۔ اور دوسری جگہ فرمایا ہے کہ ایسا شخص ایک نہیں ہوگا بلکہ کئی ہوں گے۔ اب یہ بات تو سب لوگ مانتے ہیں کہ اس زمانہ کی طرح پہلے کبھی ایمان ثریا پر نہیں گیا اور کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو یقینی طور پر دعویٰ کر سکے کہ میں فارسی النسل ہوں۔ مگر حضرت مسیح موعودؑ کو الہام کے ذریعہ بتایا گیا ہے اور صرف آپ ہی نے فارسی النسل ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ پس ہم کہتے ہیں تمام دنیا پر اس وقت وہ کون سا خاندان ہے۔ جو یقینی طور پر کہتا ہے کہ میں فارسی النسل ہوں۔ ہمارے سوا کوئی بھی نہیں۔ اور رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ ایمان کے لانے والے کئی ایک ہوں گے۔ اس لئے معلوم ہؤا کہ ہمارے خاندان کے دوسرے لوگ بھی اس پیشگوئی میں شامل ہیں۔ موجودہ اختلاف کے زمانہ میں اگر یہ ہوتا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے لڑکوں میں سے بعض ایک طرف ہوتے اور بعض دوسری طرف تو غیر مبائعین کہہ سکتے تھے کہ ہم بھی حق پر ہیں کیونکہ ہم بھی ابنائے فارس میں سے ہیں۔ لیکن خدا کی منشاء کے ماتحت حضرت مسیح موعودؑ کی تمام اولاد ہماری طرف ہی ہے۔ اور اس کے متعلق رسول کریم ﷺ نے پہلے ہی فیصلہ کر دیا ہے کہ وہ ایمان کو قائم کرنے والے ہوں گے نہ کہ نقصان پہنچانے والے اس سے معلوم ہؤا کہ ہم حق پر ہیں۔

خیر یہ تو ایک ضمنی بات تھی۔ لیکن میں نے آپ لوگوں کو جو کچھ سنایا ہے اس سے آپ نے معلوم کر لیا ہوگا کہ ہمارا کام کوئی چھوٹا سا کام نہیں ہے۔ اگر کسی ایک آدمی کے یا ایک شہر یا ایک علاقہ کے لوگوں کے عقائد خراب ہوتے تو کوئی بڑی بات نہ تھی۔ لیکن یہاں تو آوے کا آوا ہی بگڑا ہؤا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نسبت، فرشتوں کی نسبت، قرآن کریم کی نسبت، آنحضرت ﷺ کی نسبت، نبیوں کی نسبت، حشر و نشر کی نسبت اور قیامت کی نسبت سب عقائد بگڑے ہوئے ہیں۔ اور ساری دنیا کے مسلمانوں کے ایمان میں تزلزل آچکا ہے اور ان کو درست کرنا ہمارا فرض ہے۔ کیا اتنے بڑے کام کے ہوتے ہوئے ہم سستی اور غفلت سے کام لے سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ جتنا بڑا کام ہے اتنی ہی زیادہ ہمیں تیاری کرنی چاہئے۔ دیکھو جس آدمی کو

دس کوس جانا ہوتا ہے وہ اپنے سفر کے لئے کم تیاری کرتا ہے۔ لیکن جس کو دور دراز جانا ہو وہ بہت زیادہ کرتا ہے۔ پھر دیکھو اگر کبھی سرحد پر ضرورت پڑے۔ تو ہماری گورنمنٹ چند سو آدمیوں کو بھیج دیتی ہے اور انہیں کو دیکھ کر فتنہ پرداز بھاگ جاتے ہیں۔ مگر آج جبکہ جرمن وغیرہ کے ساتھ مقابلہ ہے تو کس قدر تیاری کی جاتی ہے۔ اور برٹش حکومت کے دانا کس قدر زور و شور سے سامان جنگ تیار کر رہے ہیں۔ تمام انگلینڈ ایک کارخانہ کی طرح بن گیا ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اس بڑے دشمن کے لئے بڑی تیاری کی ضرورت ہے۔ پس آپ لوگ سن لیں اور خوب غور سے سن لیں کہ ہمارا مقابلہ بھی کوئی چھوٹا سا مقابلہ نہیں بلکہ بہت بڑا ہے کیونکہ اس زمانہ میں اس شیطان کا آخری حملہ ہے جس نے حضرت نوحؑ، حضرت موسیٰؑ حضرت عیسیٰؑ اور آنحضرت ﷺ کے مقابلہ کے لئے اپنا لشکر بھیجا تھا۔ اب وہ پوری تیاری اور مکمل سامان کے ساتھ حملہ آور ہوا ہے۔ اور یہ بات دل میں رکھ کر آیا ہے کہ یا مار دوں گا یا مرجاؤں گا۔ اس لئے یہ ایک ایسی جنگ ہے جو اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئی۔ روحانی اور جسمانی سلسلے ایک ہی طرح چلتے ہیں۔ جس طرح یہ موجودہ جسمانی جنگ اس قسم کی ہے کہ اس سے پہلے کبھی ایسی نہیں ہوئی۔ اس طرح ہماری روحانی جنگ بھی ایسی ہی ہے جس کی نظیر پہلے کسی زمانہ میں نہیں مل سکتی۔ آپ کی ایک مٹھی بھر جماعت ہے جس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے کہا گیا ہے کہ جاؤ اور جاکر شیطان اور اسکے لشکر کو ہلاک کرو۔ یعنی لوگوں کے عقائد کو درست کرو اور اپنے ان بھائیوں کو جو شیطان کی قید میں پھنسے ہوئے اور اس کی فوج میں بھرتی ہو چکے ہیں ان کو چھڑاؤ اور اپنے ساتھ شامل کرو۔ تم لوگوں نے چونکہ اپنا سب کچھ خدا تعالیٰ کے ہاتھ بیچ دیا ہے اس لئے تمہیں خدا تعالیٰ نے ان لوگوں کی رہائی کے لئے بھیجا ہے جو شیطان کے ہاتھ میں بک چکے ہیں۔ پس غور کرلو۔ اس کے لئے تمہیں کس قدر تیاری کرنی چاہئے۔ اس کام میں تمہیں اپنے رات دن صرف کرنے پڑیں گے، اپنی عزت و آبرو قربان کرنی پڑے گی، اپنا آرام و آسائش چھوڑنی پڑے گی، اور اپنا مال اور جان دینی پڑے گی اور جب تک یہ سب مراحل طے نہ کرو گے تمہیں کامیابی نہیں ہو سکے گی۔ کیونکہ شیطان کا یہ آخری حملہ اور موجودہ جنگ کی طرح بڑا خطرناک حملہ ہے۔ پہلے زمانہ میں جو لڑائیاں ہوتی تھیں ان میں بہت جلدی فیصلہ ہو جاتا تھا۔ نپولین کی لڑائیوں کے حالات پڑھنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ چند گھنٹہ کے عرصہ میں ان کا فیصلہ ہو جاتا تھا۔ لیکن آج کیسی خطرناک جنگ ہو رہی ہے۔ باوجود اس کے کہ جرمن کے مقابلہ

میں ہماری گورنمنٹ بہت وسیع سامان رکھتی ہے مگر پھر بھی اس کو یک لخت شکست نہیں دی جا سکتی۔ یہی حال روحانی جنگ کا ہے۔ اس لئے یاد رکھو کہ تمہیں اس مقابلہ میں اچانک اور جھٹ پٹ فتح نہیں حاصل ہو جائے گی بلکہ تمہیں ایک ایک صوبہ ‘ایک ایک علاقہ ‘ایک ایک شہر‘ ایک ایک گاؤں ‘ایک ایک گلی ‘ایک ایک گھر ‘ایک ایک کونے بلکہ ایک ایک فٹ اور ایک ایک انچ زمین کے لئے لڑنا ہو گا اور شیطان سے مقابلہ کر کے اسے شکست دینی پڑے گی تب جا کر فتح کا منہ دیکھو گے اور خدا تعالیٰ کے حضور میں سُرخرو ہو گے اور اس کے محبوب اور پیارے ہو جاؤ گے اور اس کے انعامات کے وارث ٹھہرو گے۔ پس اپنی کمروں کو کس لو اور سینوں کو تان لو اور آج ہی سے نئے انسان بن جاؤ۔ آج کے دن کی شام تم کو وہ انسان نہ دیکھے جو صبح نے دیکھا اور کل کی صبح تمہیں اس حالت میں نہ پائے جس حالت میں آج کی شام نے پایا۔ ہر لحظہ اور ہر گھڑی تمہارے اندر نیا جوش اور نیا ولولہ پیدا کرے۔ اور ہر منٹ تمہارے اندر اور زیادہ ہمت پیدا کرے۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ موجودہ جنگ میں قومیں کس طرح اپنی بہادری اور شجاعت دکھا رہی ہیں۔ جرمن ہمارا دشمن ہی سہی مگر ہماری گورنمنٹ اس کے متعلق کہتی ہے کہ وہ اپنے ملک کی ہر ایک چیز کو کام میں لے آیا ہے اور کوئی چیز اس نے ایسی نہیں چھوڑی جس کا انتظام سرکاری ہاتھوں میں نہ ہو ملک کے تمام زر و مال اور دوسری اشیاء پر اس نے قبضہ کر لیا ہے اور سب ملک کو ایک گھرانہ کی صورت میں بنا دیا ہے۔ سب کو پکی پکائی روٹی ملتی ہے۔ پھر ان میں قربانی کی ایسی ایسی مثالیں پائی جاتی ہیں کہ انسان حیران رہ جاتا ہے کچھ دن ہوئے ایک امریکن نے لکھا تھا کہ ایک اسّی برس کی بڑھیا تھی اور اس کا ایک ہی لڑکا تھا جو میدان جنگ میں مارا گیا تھا جب اس کے مرنے کی خبر آئی تو وہ بڑھیا بلائی گئی۔ اور اس کے بیٹے کی وفات کی خبر اسے سنائی گئی۔ وہ یہ خبر سن کر جب واپس آ رہی تھی تو اس کے پاؤں لڑکھڑا رہے تھے اور اس کا رنگ زرد ہو رہا تھا۔ لیکن جونہی اس نے دیکھا کہ لوگ سامنے کھڑے ہیں تو کمر اکڑاتی اور یہ کہتی ہوئی چلی گئی کہ اگر میرا بیٹا مارا گیا ہے تو کیا ہؤا ملک کے لئے مارا گیا ہے۔

ہماری گورنمنٹ کی رعایا میں تو اس سے بھی بڑھ کر مثالیں پائی جاتی ہیں۔ کچھ عرصہ ہؤا اخباروں میں شائع ہؤا تھا کہ ایک عورت کے آٹھ بچے تھے جن میں سے سات لڑائی پر گئے ہوئے تھے اور بعض مر بھی چکے تھے۔ لیکن جب اعلان ہؤا کہ سب قابل جنگ نوجوان بھرتی کئے جائیں تو اس عورت نے اپنا آٹھواں لڑکا بھی پیش کر دیا۔ جس علاقہ میں وہ رہتی تھی اس کے

آفیسر نے لکھا کہ اس کے لڑکے کو نہیں لینا چاہئے کیونکہ یہی اس کے کھانے پینے کا انتظام کرتا ہے۔ مگر اس عورت نے کہا کہ اگر گورنمنٹ کو اس کی ضرورت ہے تو مجھے اس کے دینے میں بھی کوئی عذر نہیں ہے جس وقت مرضی ہو لے لیا جائے۔

یہ وہ قربانی کا جذبہ ہے جو قوموں کو کامیاب کیا کرتا ہے۔ اگر ہماری گورنمنٹ کی رعایا اس طرح نہ کرتی تو اس کی کوئی عزت نہ ہوتی۔ مگر جو لوگ غیرت مند ہوتے ہیں وہ اسی طرح کیا کرتے ہیں اور انہوں نے ثابت کر دیا ہے کہ ہم اپنی عزت کے لئے سب کچھ قربان کرنے کے لیئے تیار ہیں۔ پس میں آپ لوگوں کو کہتا ہوں کہ جس طرح ہماری گورنمنٹ کو ایک بے مثال جنگ میں شامل ہونا پڑا اسی طرح ہم بھی ایک بے مثال جنگ کر رہے ہیں۔ اور جس طرح ہماری گورنمنٹ ایک جسمانی جنگ کر رہی ہے اور اس لئے لڑ رہی ہے کہ کمزوروں اور ضعیفوں کو بچاوے اسی طرح ہمیں بھی خدا تعالیٰ نے اس کام کے لئے کھڑا کیا ہے کہ روحانی بیکسوں' ناداروں اور ضعیفوں کی حفاظت کریں اور ان کو ہلاکت سے بچاویں اور جو خدا تعالیٰ سے بچھڑ چکے ہیں انہیں خدا تعالیٰ سے ملاویں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ آپ لوگ وہ قربانیاں نہیں کرتے جو آپ کو کرنی چاہئیں۔ اور کیا وجہ ہے کہ اس انجمن کے ممبر میرے کان کھا جاتے ہیں کہ لوگ ہماری اپیلوں پر توجہ نہیں کرتے اور چندہ نہیں بھیجتے۔ کیا آپ لوگ اس بات کے مدعی نہیں ہیں کہ ہم نے خدا تعالیٰ کے ہاتھ اپنا سب مال بیچ دیا ہے اور اس کے بدلہ میں جنت لے لی ہے۔ اگر ہیں تو جب آپ سے خدا کے لئے مال مانگے جاتے ہیں۔ تو ان کے دینے سے کیوں دریغ کیا جاتا ہے۔ پھر کیا تم اس بات کے مدعی نہیں ہو کہ ہم نے اپنی جانوں کو خدا تعالیٰ کے سپرد کر دیا ہوا ہے۔ اگر ہو تو جب تمہارے سپرد کوئی دین کا کام کیا جاتا ہے تو اس کے کرنے میں کیوں سستی دکھاتے ہو۔ جب تم نے اپنا مال اور اپنی جان خدا تعالیٰ کے آگے بیچ دی ہے تو کیوں ضرورت کے وقت اس بیع پر قائم نہیں رہتے۔ دیکھو میں ایک بیمار آدمی ہوں اور مجھ پر بہت بڑے بڑے بوجھ ہیں۔ تمہاری روحانیت کا خیال' تمہاری تربیت کا فکر' تمہاری دینی اور دنیاوی مشکلات کے دور کرنے کی کوشش کرنا' کیا میرے لئے کوئی معمولی کام ہے۔ اگر کسی کے ایک بچہ کو کوئی تکلیف ہو یا کسی مصیبت میں ہو تو اسے آرام نہیں آتا مگر میرے تو لاکھوں بچے ہیں کوئی کسی تکلیف میں ہوتا ہے کوئی کسی میں۔ کوئی کسی مشکل میں ہوتا ہے کوئی کسی میں۔ اس سے آپ لوگ سمجھ سکتے ہیں کہ میری ہر گھڑی اور ہر لحظہ کس مصیبت اور کس رنج میں گزرتی ہے۔ لیکن

باوجود اس کے اس وقت مجھے کس قدر دکھ اور تکلیف ہوتی ہے جب مجھے یہ سنایا جاتا ہے کہ فلاں کام اخراجات کے نہ ہونے کی وجہ سے بند ہوگیا ہے۔ اور فلاں بات کی تحریک کی گئی تھی لیکن کسی نے جواب نہیں دیا۔

میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں اور اس کو خوب اچھی طرح سن لو پھر کبھی تم کو نصیب نہیں ہوگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ سب سے بہتر تھا۔ مگر وہ گذر گیا۔ اس کے بعد حضرت خلیفہ اول کا زمانہ آیا مگر وہ بھی نہ رہا۔ اب میرا زمانہ ہے اور میں بھی انسان ہوں یہ بھی نہیں رہے گا۔ مگر میں تمہیں بتا دیتا ہوں کہ میرے بعد اگر کسی غیر مأمور انسان سے تمہارا معاملہ پڑا تو مجھ جیسا نہیں ملے گا۔ اور جس قدر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ سے بُعد ہوتا رہے گا اسی قدر فرق ہوتا رہے گا۔ مجھے تمہارے لئے ایسا دل دیا گیا ہے جو تمہارے درد تمہاری مصیبت اور تمہاری تکلیف کو تم سے زیادہ محسوس کرتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے تمہیں ایک ایسا انسان دیا ہے جو ہر وقت تمہارے کاموں میں تمہارا ہاتھ بٹانے کے لئے تیار ہے۔ اور بِلا کسی اجر اور امید کے صرف خدا کے لئے دن رات تمہاری بہتری اور بھلائی میں صرف کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے حضور تمہارے لئے عجز اور نیاز سے دعائیں کرتا ہے۔ یہ میں اس لئے نہیں کہتا کہ تم پر احسان جتلاؤں۔ میرا تم میں سے کسی پر احسان نہیں ہے بلکہ اس لئے کہتا ہوں کہ جب اس قدر مجھ پر بوجھ ہے اور پھر آپ لوگ بھی ہر معاملہ میں مجھ سے دعا کرانی چاہتے ہو اور جب خدا تعالیٰ میری دعائیں سنتا اور اکثر سنتا ہے تو اس پر خوش ہوتے ہو تو پھر بتلاؤ کہ میں ان کاموں کو اس حالت میں کس طرح پورا کر سکتا ہوں جب دن رات مجھے یہ سنایا جاتا ہے کہ روپیہ نہیں۔

پس آج سے تم لوگ اس بات کا فیصلہ کرلو کہ اس عہد پر پختہ طور سے قائم رہو گے۔ جو تم نے خدا تعالیٰ کے ساتھ کیا ہے اور اپنے مال اور جان کو خدا کی راہ میں دینے سے ذرا بھی دریغ نہیں کرو گے۔ اور اگر اس طرح نہیں کرنا تو کہہ دو کہ ہم نے خدا سے کوئی عہد نہیں کیا تاکہ خدا تعالیٰ اور قوم کو چن لے اور اس سے اپنا کام لے۔ لیکن یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ اپنا کام کرے گا اور ضرور کرے گا اور اسلام کو تمام دینوں پر غالب کرے گا۔ مگر افسوس ہوگا ان لوگوں پر جو اس فتح میں شامل نہیں ہوں گے اور مبارک ہوں گے وہ لوگ جن کے ذریعہ یہ فتح حاصل ہوگی۔ میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اس وقت تک اپنے خاص انعامات کا تم کو وارث

نہیں بنائے گا جب تک تم اپنی جان اور مال اس کی راہ میں نہ لگا دو گے۔ اور اس زمانہ میں جو سب سے بڑا کام تمہارے سپرد کیا گیا ہے اس کو سرانجام نہیں دو گے۔ اس زمانہ کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ (التکویر: ۱۴) کہ اس وقت جنت قریب کر دی جائے گی یعنی تھوڑی سی کوشش سے بھی جنت حاصل ہو سکے گی۔ پس یہ مت سمجھو کہ تمہاری کوششیں اور تدبیریں تمہارا مال اور جان صرف کرنا ضائع جائے گا بلکہ ہر ایک قدم جو تم خدا کے لئے اٹھاؤ گے وہ تمہیں خدا تعالیٰ کے قریب کر دے گا۔ اس کے بدلہ میں خدا تعالیٰ تمہاری طرف آنے کے لئے دو قدم اٹھائے گا۔ اس لئے جس قدر کوشش کر سکتے ہو کر لو اور جس قدر ہمت دکھا سکتے ہو دکھا لو تا کہ خدا تعالیٰ کے بڑے انعامات کے وارث بن جاؤ۔ ورنہ یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے دو قسم کے ابتلاء آتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے بھی فرمایا ہے کہ پہلے تو خدا تعالیٰ اس قسم کے ابتلاء لاتا ہے جن میں انسان خود ہی اپنے آپ کو سزا دے لے۔ مثلاً قربانی کرنے کا حکم یا عبادت کرنے، زکوٰۃ دینے، حج کرنے کے احکام، ان میں وقت جان اور مال خرچ کرنا پڑتا ہے۔ اور یہ ایسا ہی ہوتا ہے جس طرح استاد شاگرد کو کہتا ہے کہ تم اس قدر سبق یاد کر لانا۔ لیکن اگر وہ خود بخود یاد کر کے نہ لائے تو پھر کہتا ہے کہ میرے سامنے بیٹھ کر یاد کرو۔ اسی طرح خدا تعالیٰ بھی پہلے ایسے ابتلاء مقرر کرتا ہے جن سے انسان خود اپنا امتحان کر لے۔ اگر اس طرح کر لیتا ہے تو خدا تعالیٰ اسے عذاب سے بچا لیتا ہے۔ اور اگر نہیں کرتا تو خدا تعالیٰ خود سزا دیتا ہے۔ اور جانتے ہو کہ دوسرے کی چوٹ بہت سخت محسوس ہوتی ہے۔ مثلاً ایک شخص کسی کو کہے کہ فلاں غلطی کے بدلے تم اپنے آپ کو خود ہی تھپڑ مار لو۔ اگر خود مارے گا تو اسے اتنی تکلیف نہیں ہو گی جتنی کہ دوسرے کے مارنے سے۔ اسی طرح اگر انسان اپنے آپ کی خود آزمائش کر لے تو اسے اتنی تکلیف نہیں ہوتی جتنی کہ خدا تعالیٰ کے کرنے سے۔ تم لوگ خدا تعالیٰ کے ابتلاؤں کو اپنے اوپر آپ وارد کر لو۔ کیونکہ جو ایسا نہیں کرے گا اس پر خدا تعالیٰ کی طرف سے لاٹھی گرے گی اور اس کو چُور چُور کر دے گی۔ ہماری جماعت کو وہ نمونہ دکھانا چاہئے جو صحابہؓ نے دکھایا تھا اور اپنے مال اور جان کو خدا کی راہ میں دینے سے ذرا بھی دریغ نہیں کیا تھا۔ آپ لوگ بھی جب تک اسی طرح نہ کریں گے خدا تعالیٰ کے انعامات کے وارث نہیں ہو سکیں گے۔ اس میں شک نہیں کہ ہماری جماعت میں سے بہت سے ایسے ہیں جو صحابہؓ کا نمونہ دکھاتے ہیں۔ مگر ایک گروہ ایسا ہے جو سست ہے اور یہ گروہ اپنی تعداد کے لحاظ سے کم

نہیں بلکہ بہت بڑا ہے۔ لیکن جس طرح جسمانی جنگ میں اگر ایک آدمی بھی سستی کرتا ہے۔ تو سمجھا جاتا ہے کہ فتح کو شکست سے بدلنے کی کوشش کرتا ہے اسی طرح اسلام کی اشاعت میں اگر کوئی سستی سے کام لیتا ہے تو اپنے ذمہ بہت بڑا جرم لیتا ہے۔ حالانکہ اسلام اس وقت یہ نہیں کہتا کہ اپنے خون سے میری آبیاری کرو بلکہ یہ کہتا ہے کہ اپنے وقت اور اپنے مال کو میری اشاعت میں صرف کرو۔ لیکن کس قدر افسوس ہے اس انسان پر جو اس میں بھی سستی دکھاتا ہے۔

پس اے دوستو! اپنے نفوس کی اصلاح کرو۔ آپ نے وعدہ کیا ہُوا ہے کہ ہم خدا کی راہ میں اپنے مال و جان کو خرچ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اور خدا کی فوج میں داخل ہو چکے ہیں اس لئے تمہاری ذمہ داریاں بہت بڑھ گئی ہیں۔ دیکھو ایک ایسا شخص جو فوج میں ملازم نہیں ہے اگر کسی فوجی آفیسر کو سلام نہ کرے تو اسے کوئی نہیں پوچھتا۔ لیکن اگر کوئی سپاہی کسی آفیسر کو سلام نہ کرے تو فوراً اس کا کورٹ مارشل کر کے اسے سزا دی جاتی ہے۔ آپ لوگ خدا تعالیٰ کی فوج کے سپاہی ہیں اور خدا تعالیٰ نے آپ کو اپنی فوج میں داخل کر لیا ہے اس لئے سب مل کر کام کرو۔ اس دنیاوی جنگ نے آپ کو بتا دیا ہے کہ مقابلہ کے وقت بڑے انتظام کی ضرورت ہوتی ہے۔ پس ایک انتظام کے ماتحت اکٹھے ہو کر کام کرو۔ آپس میں لڑائی جھگڑے نہ کرو۔ ایک معمولی سی بات طول دینے سے بہت دور چلی جاتی ہے اور کئی انسانوں کو ایک دوسرے سے جدا کر دیتی ہے۔ اس لئے کوشش کرو کہ تم میں کوئی ایسی بات پیدا ہی نہ ہو۔

میرے پیارو! اتنی عقل تو وحشی جانوروں میں بھی پائی جاتی ہے کہ جب وہ دشمن کو دیکھتے ہیں تو اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے بعد حضرت علیؓ کے وقت صحابہؓ میں جو لڑائیاں ہوئیں اس وقت عیسائیوں کے بادشاہ نے چاہا کہ مسلمانوں پر حملہ کرے۔ اس کو سب وزراء نے مشورہ دیا کہ مسلمانوں پر حملہ کرنے کا یہ بہت عمدہ موقعہ ہے لیکن اس کے پادری نے کہا کہ نہیں ہرگز حملہ نہیں کرنا چاہئے کبھی کامیابی نہیں ہوگی۔ ان کے متعلق میں تمہیں بتاتا ہوں۔ دو کتے لاؤ جب کتے لائے گئے تو کچھ عرصہ انہیں بھوکا رکھ کر گوشت ڈالا وہ آپس میں لڑنے لگ گئے۔ اس پر اس نے ان پر شیر چھوڑا شیر کو دیکھ کر ان دونوں نے لڑائی بند کر دی اور شیر پر پل پڑے۔ اس نے کہا یہی حالت مسلمانوں کی ہے اگر ان پر حملہ کیا گیا تو اسی طرح اکٹھے ہو کر وہ مقابلہ کریں گے۔

وہ دشمن تھا اس لئے اس نے گندی مثال دی ہے۔ لیکن جو کچھ اس کا خیال تھا وہ صحیح تھا۔ چنانچہ جب حضرت معاویہؓ کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے کہلا بھیجا کہ اگر تم نے حملہ کیا تو سب سے پہلے میں وہ شخص ہوں گا جو علیؓ کی طرف سے تمہارے مقابلہ کے لئے کھڑا ہوں گا۔

میں نے بتایا ہے کہ اس پادری نے مسلمانوں کو ایک گندی مثال سے تشبیہ دی تھی کیونکہ وہ ان کا دشمن تھا مگر میں کہتا ہوں کیا اس میں کچھ شک ہے کہ کتے بھی جو ذلیل مخلوق ہے دشمن کے مقابلہ کے وقت اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ایسے انسان جن کو اشرف المخلوقات بنایا گیا ہے اور جو اس زمانہ میں خدا تعالیٰ کے ایک نبی کو مان کر اُولِی الْاَلْبَابِ میں داخل ہو گئے ہیں۔ اور جنہوں نے اس چشمہ سے پانی پیا ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے بہا ہے۔ اور ایسے وقت میں اسلام کی مدد کے لئے کھڑے ہوئے جبکہ اسپر نہایت خطرناک وقت آیا ہؤا ہے۔ وہ اگر آپس میں لڑنا شروع کر دیں تو کس قدر افسوس کی بات ہے۔ ان لوگوں کو جانے دو جو اختلاف کر کے ہم سے الگ ہو گئے ہیں مگر تم بھی جنہوں نے ایک امام کی بیعت کی ہوئی ہے اور ایک سلک میں منسلک ہو دنیاوی معاملات میں آپس میں لڑائی جھگڑا کرو تو کیسا رونے کا مقام ہے۔ ابھی میں نے آپ لوگوں کو حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم سنائی ہے۔ اس پر عمل کرو۔ اور اگر تم میں کوئی اختلاف ہوتا ہے تو اس کو عمدگی سے دور کرو۔ اگر کوئی تکلیف پہنچاتا ہے تو اسے برداشت کرو۔ بعض اوقات بہت معمولی معمولی باتوں پر اختلاف ہو جاتا ہے کہ فلاں کو کیوں سیکرٹری بنایا گیا ہے۔ فلاں پریذیڈنٹ کیوں بن گیا۔ کیا موجودہ زمانہ اس قسم کے اختلاف کرنے کا ہے۔ ان لوگوں کو دیکھو جن کا مذہب ہمارے نزدیک سچا نہیں اور جو محض دنیا کی عزت اور توقیر کے لئے مر رہے ہیں ان میں بڑے بڑے جرنیل ہوتے ہیں مگر ضرورت کے وقت انہیں دوسروں کے ماتحت کر دیتے ہیں۔ مگر اتنا بھی نہیں پوچھتے کہ اس طرح کیوں کیا گیا ہے۔ ابھی فرانس میں ایک ایسے شخص کو کمانڈر انچیف بنایا گیا ہے جو قریب زمانہ میں ہی کرنل تھا۔ مگر کسی نے اس کے خلاف ذرا بھی آواز نہیں اٹھائی آپ لوگوں کو ایسے موقعہ پر جبکہ ہر چہار طرف سے دشمن حملہ آور ہو رہا ہے۔ چھت پھاڑ کر اور دروازے توڑ کر تم پر یورش کر رہا ہے اپنے جھگڑے اور اپنے اختلاف کیونکر سوجھتے ہیں۔ خدا کے لئے سوچو اور اپنے فرائض کو سمجھو۔ اور اگر تم میں کوئی ایسے لوگ ہیں جن میں بعض کمزوریاں ہیں تو ان کی کمزوریوں کو دور کرنے کی کوشش کرو۔ ایک دوسرے کے بھائی بھائی بن جاؤ۔ اور آپس میں ایسی محبت اور الفت دکھاؤ کہ دیکھنے

والے سگے بھائیوں سے بھی زیادہ تم میں الفت دیکھیں۔ اپنے دلوں کو بغض اور حسد سے پاک کرلو اور آئینہ کی طرح بنالو۔ پھر خدا کی راہ میں اپنے مالوں کو بے دریغ خرچ کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اپنے اوقات کو خدا کے لئے لگادو۔ کیونکہ یہی وہ ذریعہ ہے جس سے تم کامیاب اور فاتح ہو سکتے ہو اور اسی ذریعہ سے خدا تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا حاصل کر سکتے ہو۔ پس میری اس نصیحت کو یاد رکھو اور اس پر عمل کرو۔ میں نہیں جانتا کہ اگلے سال میری جگہ کون کھڑا ہو گا۔ میری صحت تو اچھی نہیں رہتی۔ پھر بعض دوستوں نے میرے متعلق متوحش خوابیں بھی دیکھی ہیں۔ خدا تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اگلے سال تک کیا ہو گا مگر میں جو کچھ کہتا ہوں اس کو یاد رکھو اور اس موقعہ سے فائدہ اٹھاؤ جو خدا تعالیٰ نے تمہیں دے رکھا ہے۔ اگر خدا کے دیئے ہوئے موقعہ کو ضائع کر دیا جائے تو پھر خدا کا غضب نازل ہوتا ہے۔ پس قبل اس کے کہ تم خدا کے عتاب کے مورد بنو اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ اور اپنے عہدوں کو پورا کر کے دکھادو۔ آج جس کسی کا کسی بھائی سے کینہ ہو وہ دل سے نکال دے۔ اگر کسی پر غصہ ہے تو ترک کر دے۔ اگر کسی سے ناراضگی ہے تو صلح کر لے۔ اور اگر کسی سے تکلیف پہنچی ہے تو معاف کر دے اور سب کو اپنا بھائی سمجھے۔ تم میں سے ہر ایک کا یہ فرض ہے کہ ایک ہو کر کام کرو اگر کوئی ست ہے تو اس کی مدد کرو۔ اور ہر وقت تمہارے مدِّنظر دین ہونا چاہئے۔ اسی کے لئے اپنا سب کچھ صرف کر دو۔ دیکھو تم سے پہلی جماعتیں جنہوں نے خدا تعالیٰ کی راہ میں سب کچھ دے دیا اور اس کے لئے تکلیفیں برداشت کیں مصیبتیں جھیلیں وہ ضائع نہیں ہوئیں بلکہ بڑے بڑے انعاموں کی وارث بنیں ہیں۔ اب انہیں انعاموں کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے اس لئے اٹھو اور جھولیاں بھرلو۔ خدا تعالیٰ رحمٰن ہے۔ جب اس نے بغیر تمہاری محنت کے یہ سب چیزیں زمین' آسمان' چاند' سورج' تمہارا جسم' عقل اور فہم پیدا کیا ہے تو سمجھ لو کہ جب وہ رحیمیت کا جلوہ دکھائے گا اس وقت تم پر کس قدر انعام نازل کرے گا۔

پس اللہ کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ اور جو موقعہ تمہیں نصیب ہے اس سے فائدہ اٹھاؤ جو لوگ یہاں آج بیٹھے ہیں وہ یہاں سے نہ اٹھیں مگر اپنے اندر تبدیلی پیدا کر کے۔ اور جو لوگ اپنے گھروں میں ہیں ان کو بتادیں کہ تبدیلی کرلیں۔ اس وقت اسلام کی حالت بہت دردناک ہو رہی ہے۔ بڑے' چھوٹے' عالم' جاہل' امیر' غریب سب بگڑ چکے ہیں اور ہر طرف سے دشمن حملہ آور ہو رہے ہیں۔ تاریخ دان تاریخ کی آڑ میں' منطق دان منطق کے پردہ میں' فلسفہ دان

فلسفہ کی ٹٹی کے پیچھے ' سائنس دان سائنس کے ذریعہ سے ' علم آثار قدیمہ کے ماہر مٹے مٹائے نشانات کو لے کر اور ہیئت دان ہیئت کے ذریعہ سے اسلام پر حملہ کر رہے ہیں۔ غرضیکہ شیطان نے تمام ذرائع سے حملہ کرنا شروع کر دیا ہے۔ پس ایسے موقعہ پر اگر ہم آپس میں اتفاق اور اتحاد قائم نہ رکھیں اور جان اور مال کو خدا کی راہ میں صرف کرنے کے لئے ایسے تیار نہ ہو جائیں کہ یا تو فتح حاصل کریں گے یا موت سے بغل گیر ہو جائیں تو فتح کی کیا امید ہو سکتی ہے۔

میں اب آپ لوگوں کے لئے اور اپنے لئے دعا کرتا ہوں۔ اور اس نیت سے کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ہمیں عمل کرنے کی توفیق دے۔ اگر آپ لوگ بھی یہی ارادہ کر کے دعا کریں گے تو خدا تعالیٰ ضرور تمہاری مدد کرے گا۔ ہاں میں پھر کہتا ہوں کہ اگر کوئی تم سے لڑائی جھگڑا کرتا یا تم پر سختی کرتا ہے تو اسے برداشت کرو۔ اس کا جواب نہ دو کیونکہ اس طرح جھگڑا بڑھتا اور فتنہ پھیلتا ہے۔ مجھے لکھو میں خود اس کا انتظام کروں گا۔ پھر تم لوگ اپنی اپنی مقامی جماعت کے سیکرٹری اور پریذیڈنٹ کی مدد کرو۔ کمزوروں کو اپنے ساتھ ملا کر زور دار بناؤ۔ اور سستوں کی سستی دور کر کے دین کے کام میں شامل کرلو۔ جب اس طرح کرو گے تو خدا تعالیٰ کے انعامات کے دروازے تم پر کھولے جائیں گے۔ اور خدا تعالیٰ کے انعام اس قدر وسعت رکھتے ہیں کہ کوئی انسان ان کا اندازہ نہیں کر سکتا۔

آپ لوگوں کو تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑی بڑی امیدیں دلائی ہیں۔ وہ سب پوری ہو جائیں گی۔ پھر اس سے بڑھ کر تمہیں اور کیا چاہئے کہ وہی انعام جو صحابہ کرامؓ کو حاصل ہوئے تھے وہی تم کو مل جائیں گے۔ پس تمہارے لئے روحانی بادشاہت کے دروازے کھلے ہیں ان میں داخل ہونے کی کوشش کرو۔ اور خدا تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے اس کے حاصل کرنے کا انتظام کرو۔ پس چاہئے کہ ہر ایک احمدی مبلغ ہو۔ کیونکہ اس زمانہ میں تم ہی خیرِ امت ہو۔ اگر تم میں سے کوئی تبلیغ نہیں کرتا تو وہ اس امت کا فرد نہیں کہلا سکتا۔ بلکہ یہود اور نصاریٰ میں سے ہو گا۔ اسی طرح خیرِ امت کی یہ بھی علامت ہے کہ اس میں سے ایک خاص گروہ ہو جو دن رات تبلیغ میں ہی لگا رہے اور اس کے اخراجات دوسرے لوگ برداشت کریں۔ پس تم لوگ خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے نہ اپنے مالوں اور نہ جانوں سے دریغ کرو تا کہ آج سے بعد دشمن کو تم پر حملہ کرنے کا موقعہ نہ ملے۔ اور نہ دین کے کام رکتے جائیں۔ خدا نے اپنے کام تو کرنے ہیں اور ضرور کرے گا۔ مگر ہمارے لئے یہ ثواب حاصل

کرنے کا موقعہ ہے اس لئے اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ پس اپنے پریذیڈنٹوں اور سیکرٹریوں کی مدد کرو اور کام کرنے والوں پر اعتراض نہ کرو۔ اپنے اندر اطاعت اور فرمانبرداری کی عادت ڈالو۔ اطاعت کرنا غلامی نہیں ہوتی بلکہ حقیقی آزادی یہی ہوتی ہے۔ آزادی کیا ہوتی ہے یہی کہ تمام لوگ قانون کی اطاعت کرتے ہوں۔ بتلاؤ سرحد میں آزادی ہے یا گورنمنٹ کے علاقہ میں بلاشبہ گورنمنٹ کے علاقہ میں ہی آزادی ہے کیونکہ اس میں قانون کی پابندی کی جاتی ہے۔ تو اصل آزادی اطاعت میں ہوتی ہے۔ ہاں جو اطاعت اندھادھند کی جائے تو غلامی ہوتی ہے۔ لیکن آپ لوگوں نے خدا کے فضل و کرم سے ایسا نہیں کیا اس لئے تمہارا کسی کی اطاعت کرنا غلامی نہیں کہلا سکتا۔ پس اس بات کی پرواہ نہ کرو کہ کون سیکرٹری اور کون پریذیڈنٹ ہے بلکہ اپنے اعمال کی اصلاح کرو۔ جو باقاعدہ نمازیں نہیں پڑھتے وہ نمازیں پڑھیں۔ جو زکوٰۃ نہیں دیتے وہ زکوٰۃ دیں۔ جو باوجود استطاعت کے حج نہیں کرتے وہ حج کریں۔ پھر تم میں سے ہر ایک مبلغ ہو اور دوسروں کو تبلیغ کرے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ شاید ہماری بات کوئی نہ مانے اس لئے ہم تبلیغ نہیں کرتے۔ میں ایسے لوگوں کو کہتا ہوں کہ اگر تمہارے پاس صداقت ہے اور ضرور ہے تو کیا اس میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ دوسروں کے دلوں کو جذب کرے ضرور کر سکتی ہے۔ اگر تم ہمت اور کوشش سے کام لو۔ پھر بعض یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے جو دین کی خدمت کرنی تھی کرلی ہے اور جو کچھ سیکھنا تھا سیکھ لیا ہے۔ ایک دفعہ میں نے خواجہ کمال الدین صاحب کو ایک بات کے متعلق کہا کہ چونکہ آپ یہاں آکر کچھ سیکھتے اور سمجھتے نہیں اس لئے آپ کو دھوکا لگا ہؤا ہے تو اس نے کہا کہ ہم نے جو کچھ سیکھنا تھا سیکھ چکے ہیں اور یہاں پڑھنے کے لئے نہیں آتے۔ آپ لوگوں نے دیکھ لیا اس کا کیا انجام ہؤا۔ پس اس بات کو یاد رکھو کہ جو موقعہ بھی ملے اس میں دین کے سیکھنے کی کوشش کرو۔ دیکھو رسول کریم ﷺ کو علم کے بڑھانے کی ضرورت ہے تو اور کون ہے جو اس سے مستغنی ہو چکا ہے۔ پس تم آگے سے آگے بڑھو اگر فاتح بننا چاہتے ہو۔ کیونکہ فاتح لوگ آگے ہی آگے بڑھتے ہیں ایک مقام پر کھڑے نہیں ہوتے۔ اسلام بھی چونکہ ایک فاتح مذہب ہے اس لئے اپنے پیرووں کا کھڑا رہنا پسند نہیں کرتا اور یہ دعا سکھاتا ہے کہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ یعنی اے ہمارے خدا ہمیں آگے ہی آگے بڑھا۔ نیچر سے بھی اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ جو چلنے والی چیز کھڑی ہو جاتی ہے وہ گرنا اور مٹنا شروع ہو جاتی ہے۔ روحانیت میں بھی چونکہ یہی قانون کام کرتا ہے اس لئے اسلام کہتا ہے کہ یا تو آگے

چلو یا گر جاؤ تم کھڑے نہیں رہ سکتے۔ گویا ایک حملہ اور ایک دھاوا ہو رہا ہے۔ اس میں اگر کوئی کھڑا ہو گا تو کچلا جائے گا۔ پس تم یہ مت سمجھو کہ اب ہمیں آگے بڑھنے اور ترقی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جو ایسا خیال کرے گا وہ گر جائے گا۔ اس لئے ہر دم اور ہر گھڑی آگے ہی آگے بڑھتے چلے جاؤ اور جو قربانیاں آج سے پہلے کر چکے ہو آج ان سے بڑھ کر کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ کل ان سے اور پرسوں ان سے بڑھ کر۔ اور ہر دم بڑھتے ہی جاؤ کیونکہ جو قوم کھڑی ہو جاتی ہے وہ گر جاتی ہے۔ دیکھ لو مسلمان جس دن کھڑے ہوئے اسی دن سے گرنے شروع ہو گئے۔ اور جب گرنے شروع ہوئے تو ناامید ہو گئے۔ اور جب ناامید ہوئے تو مٹ گئے۔ تمہارے لئے ناامید ہونے اور سستی دکھانے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ کیا تم وہ قوم ہو جو اپنی ترقی اور کامیابی کے لئے اپنی ہمت اور کوشش صرف کر چکی ہے۔ ہرگز نہیں تمہاری تو عمر ابھی چند سال کی ہے۔ تم نے کہاں کسی سے مقابلہ کیا ہے۔ اور کب کسی دشمن سے شکست کھائی ہے کہ ناامید ہو جاؤ۔ وہ مسلمان جنہوں نے شکست کھائی اور ناامید ہو چکے ہیں وہ وہ ہیں جو حق پر قائم نہیں رہے۔ مگر ہم تو خدا کے فضل سے اس تعلیم پر چل رہے ہیں جو خدا تعالیٰ نے دی ہے۔ پھر دوسرے مسلمانوں کی حالت ہم سے بالکل مختلف ہے۔ کیوں کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کی طرف سے آنے والے ایک بشیر اور نذیر کا مقابلہ اور تکذیب کی ہے اور خدا تعالیٰ یہ فیصلہ کر چکا ہے جو کوئی اس کا مقابلہ کرے گا وہ مٹا دیا جائے گا۔ اور اس کے مقابلہ کی رَو میں جو دیوار مکان جو شہر اور جو دیار آئے گا وہ اکھیڑا جائے گا۔ لیکن ہم تو وہ قوم ہیں جنہوں نے خدا تعالیٰ کے اس برگزیدہ کی اطاعت کی ہے جس کی فتح کا ڈنکا خدا تعالیٰ نے بجانا ہے۔ بس ہم تو ایک ایسی قوم ہیں جس نے گویا ابھی دشمن سے مقابلہ شروع ہی نہیں کیا اور ہمیں اپنی طاقت آزمائی کا موقعہ ہی نہیں ملا۔ پھر ہم وہ قوم ہیں جس کو کامیاب اور فتح مند کرنے کا خدا تعالیٰ نے وعدہ کیا ہؤا ہے۔ پھر ہمارے چہرے کیوں زرد ہوں اور ہمارے اعضاء کیوں سُست ہوں اور ہمارے دل کیوں ناامید ہوں۔ حضرت عمرؓ کی نسبت ایک عجیب واقعہ لکھا ہے ایک موقعہ پر ایک شخص سر ڈالے ہوئے چلا جا رہا تھا۔ آپ نے اس کی ٹھوڑی کے نیچے مکا مارا اور کہا۔ او کم بخت کیا اسلام بند ہو گیا ہے کہ تو اس طرح مغموم اور غمگین شکل بنائے جا رہا ہے۔ میرے دوستو! یاد رکھو کہ ہماری کامیابی کے لئے خدا تعالیٰ آسمان پر صور پھونک رہا ہے اور ہماری تائید کے لئے فرشتے نازل ہو رہے ہیں۔ اس لئے تمہارے چہروں پر فرحت کے آثار ہونے چاہئیں۔ اور خوشی اور

چستی سے کام کرنا چاہئے۔ تمہاری کسی حرکت میں سستی اور غفلت نہ ہو۔ اور اس فتح اور نصرت کے وقت شکست خوردہ لوگوں کی سی شکل نہ بناؤ۔ کیونکہ یہ بدشگونی ہے اور خدا کے غضب کا مورد بنا دیتی ہے۔ حضرت مسیح موعود ؑ کی پیشگوئیوں سے پتہ لگتا ہے کہ تم ضرور فاتح ہو گے اور جو تمہارے مقابلہ پر آئے گا شکست کھائے گا۔ پس تم امید والے دل' بھروسہ اور توکل والے جوش اور چستی و ہوشیاری والے اعضاء لے کر نکلو اور دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھر جاؤ۔ کس قدر افسوس آتا ہے ان لوگوں پر جو یہ کہتے ہیں کہ ہمارے علاقہ کے لوگ ہماری باتیں نہیں سنتے اس لئے ہم تبلیغ کس کو کریں۔ ایسے لوگوں کو میں کہتا ہوں کہ وہ کبھی نا امید نہ ہوں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَا تَايْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ۔ (یوسف : ۸۸) مؤمن کو کبھی نا امید نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ نا امید ہونا کافر کی علامت ہے۔ پس اگر اپنی کوشش اور سعی کا فی الحال نتیجہ نہیں دیکھتے تو نا امید نہ ہو۔ بلکہ پہلے سے بھی بڑھ کر ہمت دکھاؤ اور یقین رکھو کہ آج تم میں سے وہ جو الف ب نہیں جانتے ایک وقت آئے گا جبکہ دنیا کے ادیب ان کے سامنے آکر زانوئے ادب خم کریں گے۔ اور ان سے علم سیکھیں گے۔ کیونکہ آپ کو وہ علم دیا گیا ہے جو خدا تعالیٰ نے نازل کیا ہے۔ پس اپنے حوصلے بلند کرو اور سستی کو ترک کردو نا امیدی کا خیال تک نہ لاؤ۔ اگر تمہیں اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین ہو گا اور کوشش و سعی سے کام لو گے تو بہت جلدی دیکھ لو گے کہ بہت سے ایسے لوگ جو اسلام کے خلاف بڑی بڑی تقریریں کرتے اور اسے جھوٹا قرار دیتے ہوں گے وہ اس کو سچا مان لیں گے۔ اور ہر جگہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اور اَللّٰهُ اَكْبَرُ کی آواز بلند کرتے پھریں گے اور دنیا پر صداقت اور راستی پھیل جائے گی۔ یہ دن دور نہیں بلکہ قریب ہیں۔ پس گھبراؤ نہیں۔ ابتلاء آئیں گے اور ایسے آئیں گے کہ قریب ہو گا بہت لوگ مرتد ہو جائیں لیکن کامیاب تم ہی ہو گے۔ تم نے ان ابتلاؤں سے گھبرانا نہیں اور نہ ہی حوصلوں کو پست ہونے دینا ہے۔ جب تم اللہ تعالیٰ کے لئے کھڑے ہو جاؤ گے تو اللہ تعالیٰ خود تمہاری مدد کرے گا اور جب اللہ تمہارا مددگار ہو جائے گا تو کسی کی طاقت نہیں ہو گی کہ تمہارا مقابلہ کر سکے۔ اس لئے اٹھ کھڑے ہو اور خدا کی راہ میں اپنے مال اور جانوں کو بے دریغ صرف کردو۔ جب ایسا کرو گے تو وہ سب کچھ اپنی آنکھوں دیکھ لو گے۔ جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا ہے۔ اب میں اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں آپ لوگ آمین کہتے جائیں۔

دعا

اے ہمارے قادر مطلق خدا! اے ہمارے خالق و مالک خدا! اے ہمارے رازق و محافظ خدا! اے اسلام کو بھیجنے والے خدا! اے رسول کریم ﷺ کو مبعوث کرنے والے خدا! اے قرآن کریم ایسی پاک کتاب دینے والے خدا! اے وہ خدا جس نے محمد ﷺ کے ذریعہ دنیا میں صداقت بھیجی اور آپ کے فرمانبرداروں کو اس کے پھیلانے کی توفیق بخشی۔ اے وہ خدا جس نے ہمیں اس صداقت کے قبول کرنے کی توفیق دی۔ اے وہ خدا جس نے حضرت مسیح موعودؑ کا زمانہ ہمیں عطا کیا۔ اے وہ خدا جس نے حضرت مسیح موعودؑ کی غلامی کی ہمیں توفیق بخشی۔ اے وہ خدا جس نے اسلام کی صداقت پھیلانے کا کام ہمارے سپرد کیا ہم تیرا ہی واسطہ دے کر تیرے ہی دربار میں عرض کرتے ہیں کہ تو ہمیں ہمت اور طاقت بخش تا کہ ہم اس کام کو کر سکیں۔ ہم کمزور اور ناتواں ہیں اور ہمارا دشمن قوی اور طاقتور ہے۔ اے خدا! جو تمام سامانوں اور ہتھیاروں کے پیدا کرنے والا ہے تو ہی ہم کمزوروں کو سامان عطا کر۔ ہمیں سہارا دے اور ہمارے دلوں کو مضبوط کر دے اور ہمیں دشمنوں کے مقابلہ سے بھاگنے سے بچا۔ اے شہنشاہوں کے شہنشاہ! ہمارا دشمن ہماری بے سرو سامانی کو دیکھ کر ہنستا اور ہمیں شکست دینا چاہتا ہے تو ہی اس کو شکست دے اور ہمارے سامنے سے بھگا دے۔ تیری تائید اور نصرت سے اسلام کی فتح کا جھنڈا لہرائے۔ اور تیری مدد سے اسلام سب پر غالب ہو۔ اے میرے بادشاہ! تیرے نام کی عظمت اور شوکت دنیا میں قائم ہو۔ اور تیری طرف جو نقص اور کمزوریاں منسوب کی جاتی ہیں وہ دور ہو جائیں۔ اے میرے قادر مطلق خدا! تیرے بھیجے ہوئے حضرت محمد ﷺ کا دنیا کلمہ پڑھے اور تیرے فرستادہ حضرت مسیح موعودؑ کو قبول کرے۔ اے میرے خدا! ہمارے دلوں سے بغض، حسد، کینہ، اور دشمنی نکال دے۔ اے میرے خدا! ہماری کمزوریوں اور نقصوں کو دور کر دے۔ اے میرے خدا! ہمیں قرآن کریم پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ اور اے میرے خدا! تو نے جو وعدے حضرت مسیح موعودؑ سے کئے ہیں ان کا ہم کو مستحق بنا۔ اور اے میرے خدا! ان وعدوں کو ہم پر پورا کر دے۔

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○ رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ○ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ○ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ

اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ○ (آل عمران:۱۹۲ تا ۱۹۵) اے ہمارے رب! ہر قسم کی ذلت اور رسوائی سے ہمیں محفوظ رکھ اور جس طرح ہماری ابتداء بخیر کی ہے اسی طرح انجام بھی بخیر کر۔ اے ہمارے رب! ہروقت اپنے فضل اور رحم کے نیچے رکھ اور ہروقت کرم کی نظر سے دیکھ۔ کیونکہ جو تیرے دروازہ سے دھتکارا جائے اسے کسی جگہ عزت نہیں مل سکتی۔ اور جسے تو عزت دے اسے کوئی ذلیل نہیں کر سکتا اے ہمارے رب! دنیا کی عزت' دنیا کا مال' دنیا کی دولت' دنیا کا آرام' دنیا کی آسائش' دنیا کے تعلقات' دنیا کے رشتہ دار غرضیکہ دنیا کی کوئی چیز بھی تجھ تک پہنچنے کے لئے ہمارے راستہ میں روک نہ ہو۔ اور ہم سب کچھ تیرے لئے قربان کر دینے کی توفیق پائیں۔ آمین

○